

اجابة الغوث

مفت

فقير دوست شيخ الطائفة والحققت مروت بالي
محمد امين عاين اين ميرزا علي صاحب قاضي

مريم

مرد قاضي علام محمد وورد

مريم

مکتبہ محمد دین سلطانہ مکہ مکرمہ دین اسلام

بِسْمِ الرَّحْمَنِ الرَّحِيمِ
قَالَ رَبِّ اسْتَأْذِنِي - التَّائِذَاتُ، آيَاتُ، پارہ، ۳۰
ترجمہ:- پھر (حسبِکم) ہر کام کا استفسار کرنے والے ہیں۔

اجابۃ الغور

بیان حال النجباء والنجاہ والاببدال والاولاد والغور

مصنف:-
فیئہ الامت، شیخ الطریقۃ والحقیقت، عارف باللہ
محمد بن محمد بن عبدین عابدین می صاحب رحمۃ اللہ علیہ

ترجمہ

حضرت علامہ مفتی غلام محمد و مزاروی

ناشر:- مکتبہ محمدیہ سلطانہ نیکلازہ ضلع جہلم

مجموعہ حقوق بحق ناشر محفوظ ہیں۔

نام کتاب إجابة العزائم
مصنف علامہ ابن عابدین شامی صاحب فتاویٰ رضویہ رحمۃ اللہ علیہ
مترجم حضرت علامہ قاضی غلام محمد صاحب ہزاروی
ناشر مکتبہ مجددیہ سلطانہ ملک پورہ دینہ ضلع جہلم
قیمت

فہرست مندرجات کتاب

زیر صفحہ

- م حالات علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ _____
- ۱ خُطْبہ کتابیہ _____
- ۲ سبب تصنیف کتابیہ _____
- ” کتاب کا نام _____
- ۴ پہلا باب، اقطاب، ابدال، اوداد، نجما، نقباء، کی صفات، حالات، اور جائے رہائش کی بیان میں _____
- ” قطب کا لغوی و اصطلاحی معنی، قطب کی دو تسمیہ _____
- ” قطب متصرف جہان ہوتا ہے _____
- ” قطب کی قسمیں، تمام مخلوقات کی نسبت سے _____
- ۵ قطب خود حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم ہیں _____
- ” قطب مسلسل ہر دور میں ایک ہی ہوتا ہے _____
- ” قطب اور غوث دونوں کا مصداق ایک ہی شخصیت ہوا کرتی ہے _____
- ” بعض اقطاب خلافت باطنی کے ساتھ ساتھ حکومت ظاہری بھی رکھتے ہیں _____
- ” تمام خلف راشدین اقطاب تھے _____
- ” رجال غیبیہ کی دو تسمیہ _____
- ۴ قطب کو شرق، مغرب، شمال و جنوب تمام جہان میں
گھونٹنے پھرنے کی طاقت عطا ہوتی ہے
- ” قطب کے حالات کو لوگوں سے مخفی رکھنے کی وجہ _____
- ” قطب تمام اہل جہان کو ایک نظر سے دیکھتا ہے _____
- ” قطب کا اولیت میں مقام _____

مندرجات

نمبر صفحہ

- ۴ _____ قطب کی ہستی کے ساتھ جہان کی درشتی وابستہ ہوتی ہے
- ” _____ حضورؐ کے عہد ظاہری میں قطب اویس قرنیؓ تھے
- ” _____ صحابہ کرام کے زمانہ کے بعد سب سے پہلے قطب عربین جد العزیزؐ تھے
- ” _____ قطب کے انتقال کے بعد کون اُس کا جانشین ہوتا ہے
- ” _____ قطب کے کئے وزیر ہوتے ہیں
- ۶/۷ _____ کونسا دلی عالم ملکوت کا شاہدہ کرتا ہے اور کونسا عالم ملک کا
- ۷ _____ ابدال کی تشریح اور اس کی چار درجہ تسمیہ
- ” _____ ابدال اگر کہیں جاتے تو وہ اپنی جگہ پر کس کو چھوڑ کر جایا کرتا ہے
- ” _____ حقیقت روحانی بعض اوقات جہانی باس میں پہن یا کرتی ہے
- ۸ _____ ابدال کی صفات، علامہ قاشانی کے کلام سے
- ” _____ بارگاہ الہی میں ابدال کی غفلت و توقیر
- ” _____ ابدال کے طفیل بلائیں دور ہوتی ہیں
- ” _____ بندہ کے صرف یاد الہی میں مشغول ہونے کا انعام
- ” _____ حدیث قدسی کا مضمون
- ” _____ ابدال اور صالحین کے مقامات کی آپس میں کیا نسبت ہے
- ” _____ ابدال کا آخری درجہ قطب کا پہلا درجہ ہوتا ہے
- ۹ _____ ابدال کا جانشین کون ہوتا ہے؟ ابدال کی چالیس کی تعداد ہمیشہ پوری ہی رہتی ہے
- ” _____ اہم غزالی کی احیاء العلوم کے حوالہ سے حضرت ابو الدرداءؓ کی حدیث میں ابدال کی عجیب صفت
- ” _____ تیس ایسے مرد جن کے دلوں میں ابراہیم علیہ السلام کا سعیتیں جاگزیں ہوتے ہیں

مندرجات

نمبر صفحہ

- ۱۰۔ ابدال کسی کی تحقیر نہیں کرتے، اور نہ ہی بڑائی جلاتے ہیں۔
- ۱۱۔ دنیا سے دشمنی کا نتیجہ آخرت کی محبت، اور آخرت کی محبت کا نتیجہ دنیا سے بے رغبتی ہے (حدیث)۔
- ۱۲۔ جیسا لطف اور مزہ خدا کے پسندیدہ کاموں کی چٹائیں ہے، ویسا مزہ دنیا کی کسی چیز میں نہیں۔
- ۱۳۔ بند کرے کے اندر دلی کی عتاب مانہ آمد و حاضری۔
- ۱۴۔ چار کاموں سے ابدال بنا کرتے ہیں، انکی تفصیل، اہم ابواب کی کتاب ثواب و الطوبیٰ حوالہ ۱۱/۱۲۔
- ۱۵۔ بند کرے میں غیب سے آنے والا شخص ابدال تھا۔ ابن عربی کا حوالہ۔
- ۱۶۔ چار باتوں کو اپنا لئے بغیر خدا کا راستہ نہیں کھلتا۔
- ۱۷۔ لفظ "اوتاد" کی تشریح، اور اس کی وجہ تسمیہ، اور اوتاد کی تعداد۔
- ۱۸۔ اللہ تعالیٰ "اوتاد" کے ذریعہ مشرق، مغرب، جنوب، شمال کی حفاظت فرماتے ہیں۔
- ۱۹۔ "اوتاد" کی اپنی اپنی ڈیڑھیاں اور پہرہ و چوکیداری۔
- ۲۰۔ "اوتاد" کے قلوب انبیاء کے قلوب پر ہوتے ہیں اور ان کے ہر فرد کے لئے۔
- ۲۱۔ بیت اللہ شریف کا ایک رکن مخصوص ہوتا ہے۔ اس کی تفصیل۔
- ۲۲۔ "نجاء" کی لغوی و اصطلاحی تحقیق، اُن کی تعداد، اور اُن کی صفات۔
- ۲۳۔ "نجاء" کی جائے قیام کُرسی ہے اور انکو ستاروں کی حرکت کا گہرا علم ہوتا ہے۔
- ۲۴۔ "نقار" کی تحقیق لغوی، مصداق، اُن کی تعداد، اور اُن کا علم، اس کی وسعت۔
- ۲۵۔ نقباء کا مقام جدیعت اور نبوت کے درمیان ہے۔
- ۲۶۔ فصل :- ان اویس اللہ کی تعداد اور جائے سکونت کے بیان میں۔
- ۲۷۔ نقباء، نجار، ابدال، انجار، اوتاد، غوث کی جائے سکونت۔

مندرجات

نمبر صفحہ

- ۱۴ _____ عوام الناس کے معاملے میں کوئی حاجت پیش آئے تو اس کو بارگاہِ الہی سے یہ مذکورہ اولیاء اللہ، کس طرح پُورا کر دیا کرتے ہیں۔ اسکی صورت و کیفیت
- ۱۴ _____ ان مذکورہ اولیاء اللہ کے بارے میں حضرت خضر علیہ السلام کا قول
- ۱۴ _____ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے وصال پر زمین بھی روتی تھی
- ۱۴/۱۵ _____ زمین بھی جانتی ہے کہ حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے
- ۱۴ _____ قیامت میں ان اولیاء اللہ سے خالی نہیں رہے گی۔ اللہ تعالیٰ کا فرمان
- ۱۴ _____ بصورتِ انتقال ان اولیاء اللہ کی خانہ پُری کس طرح کی جاتی ہے
- ۱۴ _____ صاحبِ مناصب اولیاء اللہ کی تعداد میں اختلاف کی وجہ
- دوسرا باب "ان احادیث و آثار نبویہ کے بیان میں جو کہ ان مخصوص اولیاء اللہ کے موجود ہونے، اور باقی مخلوق سے ان کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں
- ۱۸ _____ احادیث مرفوعہ سے ان صاحبِ مناصب اولیاء اللہ کی جائے رہائش کا بیان
- ۱۹ _____ ابدال وغیرہ اولیاء اللہ کی نصرت و مدد لینے و دینے جوار والوں کے لیے زیادہ
- ۱۹ _____ ہوتی ہے۔ گو وہ بالعموم سب کے شامل ہوتی ہے
- ۱۹ _____ مافوق العادت امور میں اولیاء اللہ کی اعانت و امداد کا مسئلہ
- ۱۹/۲۰ _____ اولیاء اللہ کے گرد ابدال کی صفات عادات و سیر، بروایت حضرت علیؓ حدیث مرفوعہ سے
- ۲۰ _____ ابدال اولیاء اللہ، دوسروں کے معاشات کی توجہ نہیں کیا کرتے بلکہ اپنے کام سے کام لیتے ہیں
- ۲۰ _____ اولیاء ابدال جو کچھ بھی پاتے ہیں وہ سخاوت اور اپنے پیشواؤں کی نیر خواہی سے پاتے ہیں
- ۲۰ _____ عورتیں بھی ابدال ہوتی ہیں۔ بروایت حضرت انسؓ حدیث مرفوعہ سے ثابت ہے

- ۲۱ — اویس ابدال کا جنت میں داخلہ سخاوت اور دلوں کی صفائی سے ہوگا (حدیث نبوی)
- ” — ابدال دوسرے مسلمانوں کی خیر خواہی کی وجہ سے جنت میں جائیں گے
- ” — زمین کبھی بھی چالیس ایسے مردوں سے خالی نہیں رہے گا (حدیث نبوی)
- ” — حضرت قادہ فرماتے ہیں کہ ام حسن بصریؒ بھی ان پاکباز مردوں میں سے ہیں جن کے طفیل دُنیاء والوں کو عُنْدائی امداد حاصل ہوتی ہے
- ” — حضرت ابن عباسؓ فرماتے ہیں کہ نوح علیہ السلام کے بعد زمین کبھی بھی سا ایسے مردوں سے خالی نہیں رہتی جن کے طفیل اللہ تعالیٰ زمین والوں کے آفات و بلیات و عذاب کو اٹھاتا ہے
- ” — ہر مانے میں بائیس سو بہتر افراد موجود رہیں گے، (حدیث نبوی)
- ” — چالیس بہترین افراد امت کے اعمال میں کہیں کہ اپنے اُوپر ظلم معاف کر دیں گے اور بُرائی کی بُرا احسان کریں گے، اپنے مال سے محتاجوں کی مدد کریں گے، (حدیث نبوی)
- ۲۲ — بعض ادیان اللہ کے دل آدم علیہ السلام کے دل پر، اور بعض کے ابراہیم علیہ السلام کے دل پر اور بعض کے جبرائیل علیہ السلام کے دل پر اور بعض کے میکائیل علیہ السلام کے دل پر، اور ایک کا دل اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہوتا ہے، ان سب کی تفصیل، اور بوقت انتقال ان کی خانہ پُری کی کیفیت، اللہ تعالیٰ ان کے طفیل جلاتا، مارتا، اور اُگاتا ہے۔ (حدیث نبوی)
- ۲۳/۲۳ — اللہ تعالیٰ ان ادیاء کے ذریعہ کس طرح جلاتا، مارتا، اور اُگاتا ہے، اس سوال کا جواب، حضرت ابن مسعودؓ صحابی کے کلام سے
- ۲۳ — یا مُصلیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر بھی کسی دلی کا قلب بُج کر نہ ہے۔ اس کی تشریح

- ۲۳ — انبیاء عالمہ، اور اولیاء کے قلوب، قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت سے اسی طرح ہیں جس طرح کہ شمع کی روشنی کی نسبت دوسرے ستارے ہیں
- حضرت اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات کے مظہر ہیں اور دوسرے حضرات اللہ کی بعض صفات کے مظہر ہیں
- ۲۴ — قلب مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے نظیر ہے، بن گل الوجہ، کوئی دلی بھی اسے نہیں بہتا
- ” — اولیاء اللہ کے کسی نبی یا فرشتے کے قلب پر ہونے کا مہیوم کیا ہے
- ۲۵ — حدیث ابدال سے متعلق ایک خاص نکتہ کی وضاحت
- ” — ابدال سے متعلق حدیث کی صحت کی تحقیق، یہ موضوع ہے ابن جوزیؒ اور متواتر معنی ہے۔ سیوطیؒ کا بیان۔ یہ حدیث متعدد طرق سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ امام سخاویؒ کا بیان۔ اس سلسلہ میں سب سے زیادہ صحیح حدیث بروایت امام احمدؒ بواسطہ حضرت علیؒ حدیث نرفوع ہے۔ (سخاویؒ)
- ” — ابدال کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے جن میں سے بعض صحیح ہیں حافظ ابن حجرؒ کا بیان
- ” — قطب کا ذکر بعض احادیث میں وارد ہے۔ غوث کا ذکر وصف شہور کے ساتھ ثابت نہیں
- ۲۶ — ابدال کی اولاد نہیں ہوتی یہ ان کی نشانی ہے۔ (بعض روایات)
- ” — قطب کی تفسیر غوث کے ساتھ امام شافعیؒ نے فرمائی ہے
- ” — قطب غوث دونوں کا مصداق ایک ہی ہوتا ہے
- ” — غوث کا علیحدہ وجود صحیح احادیث نبویہ سے تو ثابت نہیں لیکن اس کے ثبوت کے لیے اس کی شہرت اور اس طبعیت پاک کے لوگوں میں اس کا تذکرہ ہی کافی ہے

مندرجات

نمبر صفحہ

- ۲۴ ————— حدیث میں جس ایک شخصیت کا ذکر فرمایا گیا ہے وہ قطب ہے اور وہی غوث فردگ (امام یحییٰ)
- " ————— جس حدیث کا ذکر امام یحییٰ نے کیا ہے وہ صحیح ہے (علامہ ابن حجر کی جہ)
- ۲۴/۲۷ ————— امام یحییٰ نے جس حدیث کا ذکر کیا ہے اس کی ایک فائدہ اور نکات معلوم ہوئے۔ انکی تشریح
- ۲۷ ————— ابدال کے بارے میں محدث ابو نعیم اور امام احمد کی حدیثوں میں تطبیق کی صورت
- ۲۸ ————— علامہ ابن حجر کی اُستاد علامہ جوینی کا قطب، بخارا، نقبار، ابدال وغیرہم کے وجود
- انکار کرنا، اور اپنے اس خیال سے رجوع کرنے کا واقعہ۔ اور ان کا اعلانِ توبہ کرنا۔
- " ————— علامہ ابن حجر کے اُستاد علامہ جوینی نابینا عالم تھے
- ۲۹ ————— شیخ الاسلام ذکریا انصاری کا فرمانا کہ خدا کی قسم قطب، ابدال، نقبار، بخارا
- وغیرہم موجود ہوتے ہیں
- ۲۹/۳۰ ————— ابدال کے ذریعہ دنیا کا نظام قائم ہے۔ اور عین خصلتیں اگر کسی میں پائی جائیں
- تو وہ ابدال میں ہے۔ ان خصلتوں کی تفصیل، از حدیث نبوی
- ۳۰ ————— ایک خاص دُعا جس کے پڑھنے سے آدمی ابدال میں لکھ لیا جاتا ہے۔ (جید ابو نعیم) پھر
- اس کلام کی تشریح کہ دُعا پڑھنے والے کے ابدال کی فہرست میں لکھ جانے کا کیا مطلب ہے
- ۳۱ ————— تیسرا باب، قطب، غوث، کے بعض حالات کے بیان میں
- " ————— قطب ہمیشہ مکہ معظمہ میں نہیں ہوتا
- " ————— قطب، کا قلب ہمیشہ حضرت حق تعالیٰ کے طواف میں رہتا ہے
- " ————— قطب غوث، وہ سب کچھ حق تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے۔ جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق
- پر ظاہر کرنا چاہتا ہے خواہ وہ بلاد آرائش ہو یا انعام و امداد
- " ————— قطب کا سر ہمیشہ واردات کے ثقل سے پھٹا جاتا ہے

- تمام شہروں سے اکمل کرتے ہیں اور تمام گھروں سے اکمل کعبہ اور تمام مخلوق سے
 ۳۱/۳۲ ————— ہر زمانے میں افضل قطب ہوتا ہے
- ۳۲ ————— مگر معجزہ قطب کے جسم کی نظیر اور کعبہ اس کے قلب کی نظیر ہے
- ” ————— مخلوق کو اس کی استعداد کے مطابق خدائی امداد قطب ہی سے حاصل ہوتی ہے
- ” ————— بہت کم اولیاء اللہ قطب کو پہچانتے ہوتے ہیں
- ۳۳ ————— سب اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد حضرت ابو بکر صدیق رضی اللہ عنہ کوئی افضل نہیں
- ” ————— اس امت کے پہلے قطب ابو بکر صدیق ہیں پھر حضرت عمر پھر حضرت عثمان اور پھر حضرت علی ہیں
- ” ————— خلفائہ محدثہ میں احمدی قطب امام مہدی علیہ السلام ہوں گے
- ۳۴ ————— جیسی علیہ السلام چالیس سال تک خلافت کے منصب اور قبطیت کے عہدہ پر فائز رہیں گے
- ” ————— قبطیت کا بارگراں قطب پر پہاڑ کی مانند ہوتا ہے
- ” ————— آسمان زمین کی ہر بلا پہلے قطب پر نازل ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ اس کو
- ” ————— ہر وقت درد سر لاحق رہتا ہے جیسے کوئی اس کے سر پر خمی لگا رہا ہے
- ” ————— قطب کا سید اور اہل بیت سے ہونا کوئی شرط نہیں ہے (امام شہرانی بحوالہ شیخ خود)
- ” ————— قطب اکثر لوگوں سے پوشیدہ رہتا ہے
- ” ————— ”افراد“ کے مقام پر فائز ہونے والے ہی قطب کو جانتے ہیں
- ” ————— انھیں قطب کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتی
- ۳۵ ————— اکثر اولیاء اللہ قطب کے ساتھ آکھٹے نہیں ہو سکتے
- ” ————— حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی انتہائی تواضع کا دائرہ
- ” ————— قطب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کا نائب ہوتا ہے

- ۳۵/۳۴ — [مکہ معظمہ میں شیخ ابوبکر اور شیخ عثمان کی قُطبِ وقت شے ملاقات کا عجیب
واقعہ، قُطب کی آمد پر شیخ عثمان کی ڈاڑھی رانوں تک جا پہنچی]
- ۳۶ — [بوقتِ رخصتِ قُطب کا سورہ فاتحہ اور سورہ لایلاف پڑھنا]
- " [امام شافعیؒ نے فرمایا کہ قُطبِ غوث ہی ہوتا ہے]
- " [اللہ تعالیٰ قُطب پر اپنی غیرت کی ذہر سے اُس کے حالات لوگوں سے فنی رکھتا ہے]
- ۳۷ — [قُطب سب لوگوں کو ایک نظر سے دیکھتا ہے]
- " [اوتاد کے حالات کو خواص جانتے ہیں]
- " [ابدال کے حالات کو خواص اور عارضین جانتے ہیں]
- " [نجات اور نجات کے حالات بھی عوام سے پوشیدہ ہوتے ہیں]
- " [صالحین کے حالات عوام و خواص سب پر ظاہر ہوتے ہیں]
- ۳۸ — [چوتھا باب اس چیز کے بیان میں جو قُطب پر نازل ہوا کرتی ہے۔ اور جو
کچھ اس پر وارد ہوتا ہے وہ اس میں کس طرح تصرف کیا کرتا ہے]
- " [جو آفات تمام زمین والوں کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں وہ پہلے قُطب ہی
پر نازل ہوا کرتی ہیں، پھر وہاں سے مخلوق پر ڈالی جاتی ہیں]
- ۳۹ — [یہ جو بعض لوگ اپنے دل میں تنگی محسوس کرتے ہیں جس کے سبب کا اُن کو علم نہیں
ہوتا۔ اور بعض لوگ اپنے پریشان ہو جاتے ہیں کہ سو نہیں سکتے، اور بعض پر غفلت
طاری ہو جاتی ہے اور بعض اس قدر خاموش ہو جاتے ہیں کہ بول نہیں سکتے
تو اس کی وجہ وہ قدرتی آفت ہوتی ہے جو اُن پر تقسیم کر دی جاتی ہے]
- ۳۹/۴۰ — [خاتمہ کتاب (کرامت اور دولی کی تشریح کے بیان میں ہے]

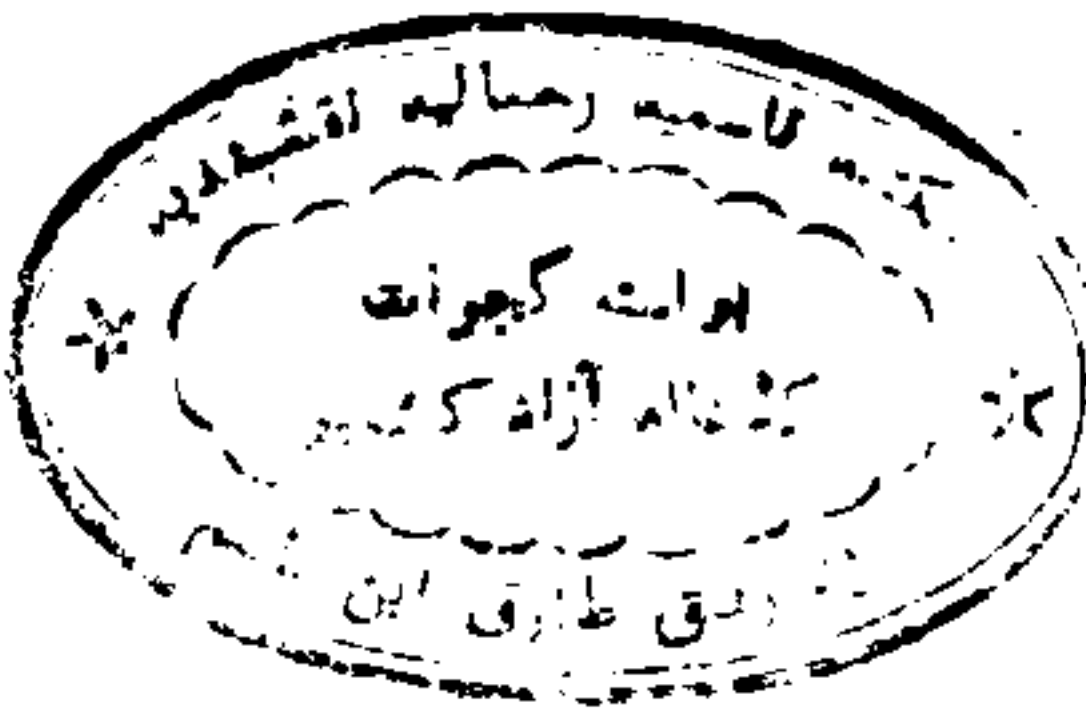
- ۴۰ امام ابوالقاسم قشیری کے حوالہ سے ”ولی“ کی تشریح _____
- لفظ ”ولی“ بروزن فعلین معنی فاعل ہوگا یا مفعول دونوں صورتوں میں _____
- اس کے معنی کی تشریح _____
- ”ولی“ کا گناہ سے محفوظ ہونا شرط ہے جیسا کہ نبی کا معصوم ہونا _____ ۴۰/۴۱
- غرضش اور خطا، ولی کی ولایت میں کوئی عیب پیدا نہیں کرتی _____ ۴۱
- ”ولی“ کے غالب حال میں حقوق اللہ کی ادائیگی، مخلوق پر نرمی دہربانی، _____
- لوگوں کے لیے از خود اللہ تعالیٰ سے احسان کی دعا کرنا، اور کسی سے انتقام _____
- نہ لینا، کسی کے ساتھ کینہ نہ رکھنا، کسی سے کوئی طمع نہ رکھنا، دیگر صفات غالبہ _____
- مہجرت، کرامت، احانت، معونت، ارعاش، استدرأج، و شجود کافق _____ ۴۲ تا ۴۴
- ولی کی کرامت اس کے نبی کا مجرہ ہوتا ہے _____ ۴۴
- انبیاء کے کمالات کی مثال شہد سے بحرے ہوتے شکر سے کا شہد ہے اور ادویا _____
- کے کمالات کی مثال وہ قطرہ ہے جو اس شکر سے سے ٹپک پڑے (بایزید بٹائی) _____ ۴/۴
- کرامات کا مجرات کی جنس سے ہونا جائز ہے۔ اس کی تحقیق _____ ۴۵
- کرامت اور مجرہ سے میں فرق دعویٰ و عدم دعویٰ نبوت کے ذریعہ ہوتا ہے _____ ۴۵/۴۶
- (ختم)
- ولی کو کرامت کے ظہور سے معیتین کی بجلی حاصل ہوتی ہے _____ ۴۶
- کرامت ادیت کے ظہور کے جائز ہونے کا قائل ہونا ضروری ہے _____
- اثبات کرامات کے لئے دلائل از قرآن و حدیث _____ ۴۶ تا ۴۸

مندرجات

نمبر صفحہ

- ۴۸ امام قشیریؒ نے اثبات کرامات کے سلسلہ میں آثار، اخبار، صحابہ، تابعین —————
 " اندمہ معتبرین کے واقعات نقل فرمائے ہیں —————
 " کتابت کے آخر میں مصنف کی دُعا —————
 " تحریر رسالہ کے اختتام کی تاریخ —————
 اقطاب ابدال وغیرہ ادباء کے بارے میں ۲۶ عربی اشعار کا ترجمہ — ۴۹ تا ۵۲

تمت



علامہ شامی علیہ الرحمۃ کے مختصر حالات

آپ کا اسم گرامی، محمد امین، اور والد ماجد کا نام محمد عمر، عرف علامہ شامی، اور ابن عابدین ہے۔ اپنے زمانہ کے علامہ، فہامہ، فقیہ، محدث، محقق، مدقق، جامع علوم عقیدہ و فقیہ تھے، علوم سید شیخ سعید علی، اور شیخ ابراہیم طبری سے پڑھے، اور حدیث و فہمہ کی سندیں حاصل کیں اور ۱۳۰۲ھ ہجری میں کتاب رد المحتار شرح در مختار، المعروف بہ شامی، تصنیف فرمائی۔ جو ایسی مقبول نام ہوئی کہ پاک و ہند کے علماء کرام، و مفتیان عظام اکثر اسی سے فتاویٰ لکھتے رہے اور اب بھی لکھا کرتے ہیں۔ اور یہ بار بار طبع ہو چکی ہے۔ اس کے علاوہ علامہ نے بتیس ”رسائل“ جو کہ مجموعہ ”رسائل ابن عابدین“ کے نام سے شہور ہیں، مختلف مسائل و موضوعات پر تصنیف فرمائے۔ جن کو آب پیل اکیڈمی اردو بازار لاہور نے طبع کیا ہے۔ ان رسائل میں انتہائی قابل قدر مواد ہے۔ جو مطالعہ سے تعلق رکھتا ہے۔

ان میں سے ایک رسالہ ”مسئل الحسام الہندی نصرۃ مولانا خالد نقشبندی“ بھی ہے جس میں حضرت علامہ نے عارف باللہ حضرت شاہ غلام علی صاحب نقشبندی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کے خلیفہ خاص شیخ المشائخ، قطب وقت حضرت مولانا خالد نقشبندی کر دی رحمۃ اللہ علیہ پر بحث لغیر کے اعتراضات کے جواب دیئے ہیں اور مسئلہ علم غیب ذاتی و عطائی بھی بیان فرمایا ہے۔ اور علامہ نے حضرت شیخ کر دی سے اپنی جس عقیدت کا ثبوت دیا ہے۔ اس کو دیکھ کر ایک عقیدتمند کا دل باغ باغ ہو جاتا ہے۔ فرمے اللہ تعالیٰ رحمۃ واسعہ۔

اور ان ہی رسائل میں سے ایک یہ رسالہ ہے جس کا ترجمہ آپ کے ہاتھوں میں ہے اس میں علامہ نے قطب خوث، ابدال، اوداد، انخار، بنجار، نقبار، عوفار، وغیرہم کے سلسلہ میں قابل ستودہ قابل دید مواد ہیا فرمایا ہے۔ جو اپنی مجموعی حیثیت میں کسی دوسری کتاب میں ملنا مشکل ہے۔ اور یہ حضرت علامہ ہی کا حصہ ہے۔ اس میں بعض ایسی باتیں بھی قلمبند فرمائی

ہیں کہ ایک مطالعہ دار آدمی کے لئے باوجود کافی کثرت کے مطالعہ کے اور بہت کچھ اس سلسلہ میں سُن لینے کے پھر بھی نہا اور نا در ہے۔ ناچیز نے اس کے ترجمہ کی خدمت انجام دی ہے، اللہ تعالیٰ اس کو شہولیت کے شرف سے نوازے اور شہول نام و دوام عطا فرمائے اور اس سچدان کے لئے سلامتی کی و دارین کی بہتری کا سامان بنائے۔ اور ان حضرات قدس سرہم و علامہ شامی رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ کی دینی خدمات و اعمالِ صالحہ کے طفیل اس ناچیز کے آباد اجداد کو مغفرت و درجوات کی بلندی سے نوازے۔ آمین یا رب العالمین بچاہ سید المرسلین، شفیع المذنبین، رحمۃ اللعالمین و آئہ و اصحابہ و اتباعہ اجمعین۔

(علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ کی وفات)

علامہ موصوف کی وفات ۱۲۹۴ھ سے پہلے کی ثابت ہوتی ہے کیوں کہ آپ کے خلف الصدق سید محمد علاؤ الدین رحمۃ اللہ علیہ نے جو رد المحتار کی چوتھی جلد ۱۵ ماہ صفر ۱۲۹۴ھ کو اپنے ہاتھ سے نقل فرمائی ہے۔ تو اس میں آپ کو مرحوم کے لفظ سے ذکر کیا ہے جیسا کہ صاحب "مدائیک حنفیہ" نے لکھا ہے۔

غلام محمود ہزاروی
تکانت اللہ تہ

تقدیم

نَحْمَدُكَ وَنُصَلِّي عَلَى رُسُلِكَ الْكَرِيمِ وَوَعَلَى آلِهِ وَأَهْلِ بَيْتِهِ أَجْمَعِينَ

اللہ تعالیٰ نے انسان کو پیدا فرمایا تو شرف و کرامات کا ج اس کے سر پر سجایا۔ عزت و بزرگی کی جلالت و بزرگی نوازا۔ مزید لطیف و کرم فرماتے ہوئے اسے اپنا خلیفہ نامزد فرمایا اور تمام نورانی مخلوق کو اس کے سامنے سجدہ ریز کر دیا۔

انسان کے لیے یہ عزت و بزرگیاں کس لیے؟ کیا اس لیے کہ اسے ایک جسم عطا کیا گیا ہے؟ نہیں نہیں ایسا ہرگز نہیں کیونکہ کائنات کی وسعتوں میں ہمیں ایسی بھی مخلوقات نظر آتی ہیں جن کا جسم انسانی جسم سے قوی تر اور طاقت ور ہے۔ اگر خلافت کا معیار جسم ہوتا تو کبھی قوت و طاقت سے بھرپور جسم کو یہ سعادت عطا کی جاتی، کسی تو انما و جسم مخلوق کو اس کا اہل قرار دیا جاتا۔

انسان کی خصوصیت یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے اسے ایک جسم لطیف سے بھی نوازا ہے جسے روح انسانی سے تعبیر کیا جاتا ہے۔ یہی وہ اصل جوہر ہے جس کی وجہ سے اسے اشرف المخلوقات قرار دیا گیا ہے اس روح انسانی کا تعلق اس عالم آب و گل سے نہیں بلکہ ایک مادی و جہان سے ہے جس کا ادراک ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔ اس مقدس جوہر کی نسبت اس خاکی جہان سے نہیں بلکہ اس کا منبع وہ جہاں ہے جسے اسرار الہیہ میں شمار کیا جاتا ہے۔

ان ساری حقیقتوں کے باوجود آج جب علم تاریخ انسانیت پر نظر ڈالتے ہیں تو اکثریت ان افراد کی نظر آتی ہے جن کا اس شرف و بزرگی سے دور کا بھی واسطہ نہیں۔ نیابت الہی کا تصور ہی نہیں، وہ تو حیوانات سے بھی بدتر دکھائی دیتے ہیں۔ آخر اس کی وجہ کیا ہے؟ فخر العلماء الوارثین اہم فخر الدین رازی قدس سرہ عقیدہ کثرت فرشتہ برے یوں رقمطراز ہیں۔

اِنَّهُ تَاَنَفَقَ بِهَذَا الْبَدَنِ وَاسْتَفْرَقَ فِي تَذْوِيرِهِ حَاصِرًا فِي ذَالِكَ الْاَلَمِ
مُسْتَفْرَاةً اِلَى حَيْثُ نَفْسٍ اَتَوْحَنَ الْاَوَّلُ وَاسْتَكْرَمَ الْمَتَقَدِّمُ
فَصَارَ بِالْكَلِمَةِ مُتَشَبِّهًا بِهَذَا الْجَسَدِ الْفَاسِدِ فَضَعُفَتْ قُوَّتُهُ وَذُخِبَتْ مَلَكُتُهُ وَ

لَمْ يَقْدِرْ عَلَى شَيْءٍ مِنَ الْأَفْعَالِ . تفسیر جیسی ص ۹۱

ترجمہ :- اس روح کا تعلق جب اس بدن سے ہوا اور وہ اسی کے انتظام و مہر نام میں منہمک ہو گئی تو وہ اس استغراق و انہماک میں اس حد تک پہنچ گئی کہ اپنے وطن ازل اور پہلے گھر کو بھول گئی۔ پس وہ کلیۃً اس جسمِ سادے سے مشابہ ہو گئی۔ پھر اس کی قوت و سطوت میں ضعف آگیا۔ اس کا منصب و حب اس کے ہاتھ سے جاتا رہا، اور ان افعال کے کرنے سے عاجز آگئی (جو نابینا الہی کے ہاتھوں رد پذیر ہوتے ہیں)۔

لیکن اس عالمِ آبِ گل میں ان نفوسِ قدسِ شہ کی بھی کمی نہیں جن کی روح از جہز جسمِ حق کی میں جوتے ہوئے بھی اپنے اصلی وطن کو نہ بھولی۔ قربِ الہی کی جو سعادت اسے اس بدن میں آنے سے قبل حاصل تھی۔ اس کی یاد ہر وقت اُسے بے چین و بے قرار رکھتی ہے۔ عالمِ دارستگی میں پھر اسی معبودِ حقیقی کا ذکر مشامِ جاں کو معطر کرتا ہے۔ یہاں تک کہ ذکرِ الہی اس کی طبیعت کا جُحُوْلٌ لَا یَنْقُتُ بن جاتا ہے۔ کوئی لمحہ کوئی لحظہ بھی پروردگارِ عالمِ جلالت کے ذکر کے بغیر نہیں گذرتا۔ پھر وہ مقام آتا ہے جسے مقامِ نیابتِ الہی کہا جاتا ہے۔ اس مقامِ وسیع پر فائز ہونے کے بعد ساری کائنات اس کے سامنے دست بستہ حاضر ہے۔ جس طرح چاہے، جیسے چاہے تصرف کر سکتا ہے۔ اس کے بازوؤں میں وہ قوت و طاقت سرایت کر جاتی ہے جس کا تصور ایک عام کے طائرِ فکر سے بلند ہوتا ہے۔ پھر وہ باگمبِ حل اعلان کرتا ہے۔

وَاللّٰهُ مَا قُلَعْتُ بِأَبْ خَيْرٍ بِقُوَّةٍ بِخِزَانِيَّةٍ بِلِ بَقُوَّةٍ رِيَانِيَّةٍ . ترجمہ :- خدا کی قسم میں نے خیر کے دروازے کو جہانی قوت سے نہیں بلکہ بانی قوتِ اکیبرانہ

اسی چیز کو عارف باللہ امام فخر الدین ازی یوں بیان کرتے ہیں
وَإِذَا تَفَقَّ فِي فَهْمٍ مِنْ شَوْسٍ كَوْنَهَا قُوَّةٌ، الْقُوَّةُ الْقُدْسِيَّةُ
الْمُضَرِّيَّةُ مُشْرِقَةٌ الْجَوْهَرُ عُنْوِيَّةُ الطَّبْعِيَّةُ ثُمَّ انْصَادَ إِلَيْهَا أَنْوَاعُ الرِّيَاضَاتِ
الَّتِي تَزِيلُ عَنْ وَجْهِهَا غَبْرَةَ الْكُتُوبِ وَالْفَسَادِ اشْرَاقَتْ وَتَلَوَّلَتْ

وَقَوِيَتْ عَلَى التَّصَرُّفِ فِي هَيُولَى عَالَمِ الْكَوْنِ وَالْفَسَادِ
بِإِعَانَةِ نُورِ مَعْرِفَتِ الْخَضِرَةِ الصَّدِيقَةِ وَتَقْوِيَةِ أَضْوَاءِ خَضِرَةِ الْجَلَالِ
وَالْعِزَّةِ ۝

تفسیر کبیری صفحہ ۹۱ جلد ۲۱

ترجمہ :- جب حسن اتفاق سے ارواح میں کوئی روح بوقت تخلیق ہی مابینتِ قویہ
فرسرازد ہو، ایسی قویہ جس کا عنصر قدسیہ ہو، اس کا جوہر پوری آب و تاب سے
چمک رہا ہو، اس کی طبیعت میں علو و بلندی ہو، پھر مختلف ریاضتوں کے ذریعے اس کے
رُخِ زیبا سے کون و فساد کا غبار زایل کیا جائے تو وہ روح نفس چکنا اور حکمانا شروع کر
کرے گی اور بارگاہِ صمدیت (جلالہ) کے معرفت کے نور کی مدد اور اللہ جل جلالہ
و عزربانہ کے انوار کی تقویت سے عالم کون کے ہیولی میں تصرف پر قدرت رکھیں گی۔
وہ سعادت کا امیں جو بارگاہِ ذوالجلال سے حاصل کردہ نیابت کا تاج مرصع سر پہنچا
ہو، خلافت کی خلعتِ زیبا سے آراستہ ہو، جس کی روح ارجند دنیاوی آلائشوں سے
پاک و صاف ہو، قُربِ الہی کی بے مثال دولت سے آراستہ ہو، اُس کا وجودِ سعادت کائنات میں
ایک آیتِ الہیہ ہے۔ خیرات و برکات کا ایک منبع و مصدر بن جاتا ہے۔ جو خدا کا ہوا
خدا اُس کا ہوا۔ رزق کی کُشاہی، رحم و کرم کا نزول اسی کی برکت سے حاصل ہوتا ہے۔

اسی چیز کو امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم نے ان الفاظ میں بیان فرمایا،

خَلَّ شُصْرُؤُونَ وَتَزَقُّوْنَ إِلَّا بِضَعْفَا حُكْمٍ بَخَارِي صَبِيحَةٍ ۝

ترجمہ :- تمہیں مستح و نصرت سے نہیں نوازا جاتا اور تم پر رزق کے دروازے نہیں کھولے جاتے مگر
تمہارے منعفاء کی وجہ سے۔

علامہ ابن حجر عسقلانی شرح بخاری رحمۃ اللہ علیہ مستح البخاری میں نسائی شریف کی روایت

ایک روایت شریف میں نقل فرماتے ہیں،

إِنَّمَا نَصَرَ اللَّهُ هَذِهِ الْأُمَّةَ بِضَعْفَتِهِمْ وَبِذَعْوَاتِهِمْ وَصَلَاتِهِمْ وَإِخْلَاصِهِمْ ۝

فتح الباری — صفحہ ۸۹ جلد ۴

ترجمہ:- بے شک اللہ تعالیٰ اس اُمت کو نصرت سے سرفراز فرماتا ہے، اسی اُمت کے معفاء کی وجہ سے ان کی دعاؤں، ان کی نمازوں اور ان کے اخلاص کی برکت سے اس حدیث پاک کے ذکر کے بعد سلامہ موصوف یوں تحریر فرماتے ہیں،

قَالَ ابْنُ بَطَالٍ: تَأْوِيلُ الْحَدِيثِ إِنَّ الصُّغَاءَ أَشْرَأَ خُلَاصًا فِي الدُّعَاءِ وَ أَكْثَرَ خُشُوعًا فِي الْعِبَادَةِ لِخُلَاصِ قُلُوبِهِمْ عَنِ الشُّغْلِ بِزُخْرُفِ الدُّنْيَا ۝ فتح الباری — صفحہ ۸۹ جلد ۴

ترجمہ:- ابن بطال اس حدیث پاک کی تشریح کرتے ہوئے یوں ارشاد فرماتے ہیں کہ معفاء کی دعائیں زیادہ اخلاص ہوتا ہے۔ اور ان کی عبادت خشوع و خضوع سے بریز ہوتی ہے۔ کیوں کہ ان کے دل دنیا کی زیب و زینت کی چاہت سے خالی ہوتے ہیں۔

ان معفاء سے کون لوگ مراد ہیں؟ وہ فرشتہ سیرت لوگ کون ہیں کہ نبی مکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے جن کے وجود پر فتح و نصرت اور رزق کو موقوف فرمایا ہے؟ علامہ ملا علی قاری رحمہ اللہ اس سلسلہ میں یوں قلم اڑاتے ہیں:-

(إِلَّا بِصُغَاءِكُمْ) أَيْ الْإِثْمُ بِبُرْكَاتِهِ وَبُحُودِ صُغَاءِكُمْ وَبُحُودِ قُرْآنِكُمْ فَهِيَ بِنُزُولِهَا أَقْطَابُ وَأَوْتَادُ ثَبَاتِ الْعِبَادَةِ وَأَبْلَادُ وَحَاجِلُهُ إِنَّهَا جَعَلَ الشُّعْرَ عَلَى الْأَعْوَادِ وَقَدَّرَ تَوْسِيعَ الرِّزْقِ عَلَى الْأَغْنِيَاءِ بِبُرْكَاتِهِ الْفُقَرَاءِ فَأَكْثَرُكُمْ وَلَا تَكْثُرُوا عَلَيْهِمْ فَأَتَمُّ أَهْلِ سُلُوكِ الْحَبَّةِ عَلَى حَقِيقَةِ الْحَبَّةِ وَ مَلُوكِ الْجَنَّةِ فِي أَغْلَى مَرَاتِبِ الْعِزَّةِ ۝ مِرْقَاةُ شَرَحِ شُكُوفِ

ترجمہ:- فتح و نصرت اور رزق معفاء و فقراء کے وجود کی برکت سے ہے۔ کیوں کہ وہ بمنزلہ اقطاب و اوتاد کے ہیں۔ کیوں کہ بندگانِ حُسنِ ادا و مملکت و ثباتِ انہی کے

وجودِ سعود پر موقوف ہے۔ حالِ کلام یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ نے دشمنوں پر غلبہ نصرت اور اخفاء پر وسعتِ برزق فقر و کی برکت پر موقوف فرمایا ہے۔ پس اس کے اُن کی عزت کرو اور اُن پر تکبر نہ کرو۔ یہ سلوکِ محبت کے ایسے اہل ہیں کہ اس کے تنگ راستوں سے بڑی جوان مردی سے گزرنے والے ہیں۔ اور جو تنگ اعلیٰ مراتب کے ساتھ جتنکے کھنچے ہیں گویا قطب و ابدال و اغواث وغیرہ میں ریاضِ ہستی کے دُہ پھول ہیں کہ اگر یہ نہ ہوں تو چسمن کی بہاریں جبرجائیں۔ دُنیا کی رونق و شادمانی ہی مٹ جائے۔ چشمہ حیات میں نام کو پانی نہ ہے۔ اور جنگ و جدال کا ایک نہ ختم ہونے والا سلسلہ شروع ہو جائے بالآخر دُنیا ہلاکت و تباهی کے عمیق گڑھے میں گر کر نیت و نابود ہو جائے۔

رئس العلماء و المحققین و سرید العصر حضرت علامہ ابن عثاب بدین قدس سرہ اُمتِ محمدیہ (علی صاحبہا الف الف سلام) کے چند افراد میں سے ہیں جن پر حجبِ طور پر فخر کیا جاسکتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے انہیں علمِ ظاہر کے علاوہ علمِ باطن کے اسرار و رموز سے بھی نوازا ہے انہوں نے اپنے قلم فیضِ شمس سے انہی مردانِ باجستہ یعنی غوث۔ قطب۔ ابدال وغیرہم کا تذکرہ نہایت مدلل طریقہ سے کیا ہے۔ احادیث مبارکہ کی روشنی میں ان کی تعداد مقام و سکن اور مراتبِ عالیہ پر سیر حاصل بحث فرمائی ہے۔ اس کتاب کا نام

اجابة الغوث بیاب حال التقباء والتجباء والابدال والاقوال
وانغوث رکھا ہے۔ اس کتابِ لطیف کے ترجمہ کی سعادت حضرت علامہ قاضی غلام محمد صاحب
ہزاروی زید عبادہ کے حصہ میں آئی ہے، خدا تعالیٰ اُن کو اجرِ عظیم عطا فرمائے اور مزید عبادت
دین کی توفیق بخشے۔ آمین بحسب سید المرسلین علیہ افضل الصلوٰۃ والتسلیم۔

راقم الحروف

محمد کریم سلطانانی خادِم جامعہ ریاض العلوم
پسیلز کالونی، نزد ۱۰ فیصل آباد

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سب تعریفیں اُس اللہ کے لیے ہیں جس نے اس اُمتِ محمدیہ کو گونا گوں شرافتوں سے مشرف فرمایا ہے اور اس کے لیے ہمت، جامع و کمل شریعت (قانون ضابطہ) اور واضح احکام تجویز فرمائے اور اس کو انتہائی آسان تکلیف و پابندی کے ساتھ مکلف و پابند فرمایا۔ اور اللہ تعالیٰ نے اس اُمتِ محمدیہ (علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام) سے ایسے انتہائی عبادت گزار بندے پیدا فرمائے جو کہ اُس کے ماسورات کے امثال و پیروی، اور اُس کے ممنوعات سے احتراز کرنے (کے سلسلہ) میں دوسروں سے بازی اور سبقت لے گئے یہاں تک کہ انہوں نے اپنے نفسوں کو فحاشی کر ڈالا۔ اور اپنے آپ کو توحید و تنزیہ کی زندگی کے دریاؤں میں غرق کر دیا۔ (یعنی اللہ تعالیٰ کی یکتائی اور پاکی کا عقیدہ رکھنے اور اس کو بیان کرنے اور اس کا حال اپنے اوپر وارد کرنے میں، مَوْتُو قَبْلُ اَنْ تَمُوْتُوْا، کی تعمیل میں جسمانی و مادی خواہشات کو فنا کر کے توحید کی زندگی حاصل کر گئے)۔

اور اللہ تعالیٰ نے اس اُمت میں سے اوتاد، نقباء، ابدال، انجار، اقطاب، انجباب، پیدا فرمائے (یادِ یاء اللہ کے مقامات، مناصب، اور عہدے ہیں) تو اللہ تعالیٰ نے ان اولیاء کے ذریعہ اپنے کمزور بندوں پر رحم فرمایا ہے۔ اور اُن میں سے بعض پر خیر اور پوشیدگی کا پردہ ڈالی کہ لوگوں کی نظروں سے اُن کی ولایت کے حال کو مستور و مخفی فرمادیا ہے۔ اور اللہ نے اپنے ان اولیاء اور دوستوں کو بشری کمزورتوں سے مجرّد فرمادیا ہے۔ اور احدیت کے دریاؤں میں اُن سے غوطہ لگوا دیا ہے۔ اور اللہ نے اپنے اسماء و صفات کے اسرار پر ان کو مطلع فرمایا ہے۔ اور ان کے دلوں کو اپنی تجلیات کی شعاعوں کے لئے طاق بنایا ہے۔

اور صلوٰۃ و سلام ہو اُس ذاتِ اقدس پر جن کے انوار کے چراغ سے سب شعلہ یعنی حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے نور سے جھڑ لینے والے ہیں۔ یعنی ستیفین ہیں۔ اور اُن کے

عرفان و اسرار کے فیض سے سب حصّہ طلب کرنے والے ہیں۔ اور اُن کے قانون شرعی اور دستورِ ہدایت کے دریاؤں سے سب چلو بھرنے والے ہیں، اور ہر کئی اُن کے جود و سخا اور کرم و عطا کے پھلوں سے میوہ توڑنے والا ہے۔

اور صلوٰۃ و سلام ہو اُن کے آل و اصحاب پر جو آپ سے نورانیت اور سیوف و برکات حاصل کرنے کے معاملے میں انتہائی اگے ٹھہرے ہیں۔ اور معرفتِ خداوندی و اتباعِ شُفقت کے میدان میں دُشمنوں پر سبقت لے جانے کے لیے پھریرے بدن والے عمدہ گھوڑوں پر سوار ہیں۔

اور بعد حمد و صلوٰۃ و سلام کے اپنے گناہوں کے عیب کا اسیر، اپنے پروردگار کی مٹائی کا بڑا امیدوار، (جس کا نام) محمد امین اور کنیت ابن عبدین ہے، اللہ تعالیٰ بس کے چٹائیوں کو بچھے، اور اس کے عیبوں کو چھپاتے، عرض پرداز بن کر مجھ سے بعض حضرات نے قطب کے بارے میں سوال کیا تھا۔ ”قطب“ ادیاء اللہ، میں ایک عمدہ و منصبہ، مقتدر و ہوتا ہے (جو کہ ہر ذرہ میں ہوتا ہے۔ اور یوں ہی ابدال، نقباء، نجباء کی تعداد و تفصیل کے بارے میں دریافت کیا تھا۔ تو میں نے اس موضوع پر ایک رسالہ میں کچھ مضامین جمع کئے اور پھر اُن حضرات ادیاء اللہ کی عالی بارگاہوں سے اجازت طلب کی، اور اُن کی اُردوارِ مقدر کو فاتحہ کا ثواب پہنچانے کے بعد اس سلسلہ میں کچھ اور آگے بڑھا۔ اللہ تعالیٰ سے اُمید ہے کہ وہ (مہربان) اُن حضرات ادیاء اللہ کی عملی و روحانی خوشبوؤں سے ہمیں بھی (ادھر) حصّہ عطا فرمائے گا (یا اُن کی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے ہمیں بھی مستفید فرمائے گا) اور اُن کی عظیم برکات سے ہمیں بھی نوازے گا۔ اور مستند ائمہ کے کلامِ اذلیل و العتد بزرگوں کی تصنیفات کے جو حوالے اس موضوع پر مجھے میسر آئے وہ میں نے اکٹھے کر لیے۔ اور میں نے اپنے اس مجموعہ کو چار بابوں اور ایک حاتمہ پر ترتیب دیا ہے۔ اور میں نے اپنے اس رسالہ کا نام ”اجانبۃ و اغفوت بیان حال“

النَّبَاۗءِ وَالتَّجَاۗءِ وَالْاَبْدَالِ وَالْاَوْتَادِ وَالْغَوَاثِ“ رکھا ہے۔ اور میں اس کا ایک نسخہ تیار کر کے اُن صاحب کی خدمت میں ارسال کیا (جنہوں نے مجھ سے اس بارے میں سوال کیا تھا) پھر (اس کے بعد) مجھے (اس موضوع پر) کچھ اور مواد نظر آیا جو کہ اس مقام کے مناسب بھی ہے اور اہل فہم اس کے ذکر کو پسند کریں گے، تو میں نے چاہا کہ مدعا بیمار کے علاج کی غرض سے اس نئے مضمون کو بھی اپنے رسالہ کے ساتھ ملحق کر ڈالوں اور بسا اوقات تحریر میں تبدیلی بھی واقع ہوتی ہے۔ لیکن میں نے اس رسالہ کا نام اور اس کی ترتیب دُبی (پہلے والی) رکھی اور اب میں اللہ تعالیٰ سے جو قریب بھی ہے اور دُعائے قبول کرنے والا بھی، مدد کی درخواست کرتا ہوں۔

پہلا باب

اَقْطَاب، ابدال، اوداؤ، پنجائے فقہاء کی صفات، حالات، تعداد اور جائے رہائش کے بیان میں ہے۔ (اَقْطَاب) جمع قطب کی ہے۔ جس کا وزن ہے فَعْلٌ۔ صُوفِیاء و عارفین کی اصطلاح میں وہ باطنی خلیفہ اور نائب الہی ہوتا ہے جو کہ تمام اہل زمانہ کا سردار ہوا کرتا ہے۔

(قطب کی وجہ تسمیہ) قطب کو قطب اس لیے کہتے ہیں کہ وہ تمام مقامات اور حالات کا جامع ہوتا ہے اور سب کی گردش کا مرکز ہوا کرتا ہے۔ یہ نام ”قطب الارحیٰ سے ماخوذ (یا گیا) ہے جو کہ اس کی اُس کیل کو نہا کرتے ہیں جس کے اوپر چکی گھوما کرتی ہے۔ (تو جیسے چکی کی گردش اُس کیل کے گرد ہوتی ہے یونہی زمین کی گردش اُس کی اُستارہ کے گرد ہوا کرتی ہے، اس لیے اُس کو بھی قطب کہتے ہیں۔

اور سیّدی شیخ شرف الدین عمر بن فارض کے قصیدہ تائید کی شرح میں سیّدی شیخ عبدالرزاق قاسانی فرماتے ہیں کہ ”قوم (صوفیاء) کی اصطلاح میں (روحانیت و تقدس کے اعتبار سے) وہ انتہائی مکمل انسان ہوتا ہے جو مقامِ فردیت پر تلگن (جاگزیں) ہوتا ہے اور مخلوق کے حالات اس کے گرد گھوما کرتے ہیں۔ (اور وہ اس دائرے کا مرکز ہوتا ہے) مطلب یہ کہ قطب معروف جہاں کو کہتے ہیں۔ (اور قطب کی قسمیں ہیں) سو یا تو اس عالم شہادت (ظاہری) کے اندر جو مخلوقات ہیں اس کی نسبت سے قطب ہوتا ہے جو اپنی وفات کے وقت ”ابدال“ میں سے جو اس کے زیادہ تر (سینئر ابدال) ہوتا ہے۔ اُس کو اپنا جانشین مقرر کر جاتا ہے۔ تو پھر وہ اکل ابدال اس قطب کے قائم مقام ہوتا ہے۔“ (دورِ اقطاب) اور یادہ تمام مخلوقات کی نسبت سے چاہے وہ عالم غیب کی مخلوقات ہو یا عالم شہادت کی قطب اور معروف ہیں اور کوئی بھی ابدال اُن کا جانشین نہیں ہو سکتا۔ اور نہ ہی مخلوقات میں سے کوئی ان کے قائم مقام ہو سکتا ہے۔ اور اُن کے اقطاب کے قطب ہیں جو کہ عالم شہادت (ظاہری) میں یکے بعد دیگرے آیا کرتے ہیں۔ اور نہ اُن سے پہلے کوئی قطب تھا اور نہ ہی اُن کے بعد کوئی قطب آیا جو اُن کا جانشین بنا ہو۔ اور وہ قطب

روحِ مصطفوی صلی اللہ علیہ وسلم ہے جن کو نَوَاكِنَ لَا خَلْفَتُ اِلَّا فَلَاک سے مخاطب فرمایا گیا ہے (یعنی اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوب صلی اللہ علیہ وسلم سے یوں خطاب فرمایا کہ ”اے پیارے اگر آپ نہ ہوتے تو میں آسمان کو بھی پیدا نہ کرتا“ (علامہ شیخ فاضل فی ”کلامہ تمہیوا“ (اب علامہ شامی اس کی شرح کرتے ہوئے فرماتے ہیں) اس کلام مذکور کا مفہوم یہ ہے کہ کوئی دوسرا بعید اس مقام میں آپ کا جانشین نہیں ہو سکتا کہ اس کو بھی بالکل بعید آپ کا مقام حاصل ہو جائے۔ کیوں کہ یہ صلی اللہ علیہ وسلم تو اول و آخر ہیں اور مخلوقات میں بند ترین مقام پر فائز ہیں۔ بعد کو کوئی بھی آپ کے مقام پر فائز نہیں ہو سکتا (اگرچہ آپ سے کم مرتبہ میں آپ کے جانشین ہوئے ہیں۔ جیسا کہ خلفائے راشدین اور برہان اس مضمون کے منافی نہیں جو آگے آ رہا ہے۔

اور عارف: ”لہذا سیدی محمد الدین بن عربی کی بعض کتابوں میں لکھا ہے، کہ آپ نے فرمایا: ”واضح ہو کہ بعض اوقات اہل فن لفظ قطب کے اطلاق کے بارے میں توسع سے کام لیتے ہوئے ہر اس شخص کو قطب کہہ دیا کرتے ہیں جس پر جہان میں سے کوئی ایک سمت دار ہو (یعنی اس کے تصرف میں ہو) اور وہ اپنے دور میں کمالات روحانی کے اندر اپنے معاصرین سے منفرد اور فائق ہو۔ تو کبھی کسی شہر کے مرد کو اس شہر کا قطب، اور کسی جماعت کے شیخ کو اس جماعت کا قطب کہا جاتا ہے۔ لیکن اصطلاحی قطب جس پر لفظ قطب کا اطلاق بغیر کسی اضافت کے مطلقاً کیا جاتا ہے وہ صرف ایک ہی ہوا کرتا ہے۔ اور وہی خورشید بھی ہوتا ہے۔ اور وہ اپنے زمانے میں پوری جماعت اولیاء کا سردار ہوتا ہے۔ اور ان اقطاب میں سے بعض وہ ہوتے ہیں جو حکومت ظاہری بھی رکھتے ہیں۔ اور خلافت ظاہری کے ساتھ ساتھ خلافت باطنی پر بھی متمکن ہوتے ہیں۔ جیسا کہ حضرت ابو بکر صدیق و عمر فاروق و عثمان غنی اور علی مرتضیٰ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اور بعض وہ ہوتے ہیں جو صرف خلافت باطنی پر ہی فائز ہوتے ہیں، جیسا کہ اکثر اقطاب جہاں، اور علامہ ابن حجر مکی کے ”فتاویٰ حدیثیہ میں لکھا ہے کہ ”رجال غیب“ کو ”رجال غیب“ اس لئے کہتے ہیں کہ اکثر لوگ ان کو نہیں

پہنچاتے۔ اُن کا ریس ”قطب، غوث، فرو، جامع ہوا کرتا ہے۔ (یعنی ایسے شخص کو قطب، غوث اور سرد جامع بھی کہتے ہیں)۔

اللہ تعالیٰ اس کو چاروں سمتوں یعنی شرق، مغرب، شمال، جنوب میں اس طرح گھومنے پھرنے کی طاقت عطا فرماتا ہے جیسا کہ فلک (آسمان) اُفق سماوی میں گردش کرتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کے حالات کو خاص و عام سے پوشیدہ رکھا کرتا ہے۔ اور اُس کے حال کا یہ بحث پوشیدگی اللہ تعالیٰ کی اُس باریک بینی کی وجہ سے ہے۔ وہ سب کو ایک جگہ سمجھانے نہ عالم کو جاہلی کیراج اور بوقوف کو علم کی طرح اور جھوٹے دالے کو پرٹنے والے کی طرح، بڑی قریب کو دور، اور آسمان کو شکل، اور امن والے بے فکر کو ڈرنے والے کی طرح، مطلب یہ کہ وہ اپنا فیض پہنچانے میں اپنی ماتحت رعایا کے ساتھ کیا سلوک سرایا کرتے ہیں) اور دیت میں اس کا مقام ایسا ہو۔ جیسا دائرہ میں اس کے مرکزی نقطہ کا۔ اس کے ساتھ جہان کی درستگی وابستہ ہوتی ہے۔ اور (حنفی محدث علامہ) علاء الدین علی قاری کی کتاب ”المعدن العبدی فی الدیس العزنی“ میں لکھا ہے کہ ”حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ احیاء ظاہری میں قطب ابدال میرے خیال میں ادیس قرنی تھے۔ (ان کا کلام ختم ہوا) اور ”خصائص بویہ“ کی منظوم شرح میں شیخ المشائخ الشہاب احمد المینی نے فرمایا ہے کہ ”صوفیا میں حضرت قوسی کا نظریہ یہ ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب پہلا قطب حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی اپنی بیٹی حضرت خاتمہ الزہراء رضی اللہ عنہا تھیں وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد سب پہلے تمام قبلیت پر فائز ہوئیں اور اُن سے پہلے اس امت میں کوئی بھی قطب نہیں ہوا۔ اور صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے زمانہ کے بعد عمر بن عبد العزیز (رضی اللہ عنہ) مقام قبلیت پر فائز ہوئے اور جب قطب وقت کا انتقال ہو جاتا ہے تو دو اماموں میں سے ایک اُس کا خلیفہ اور جانشین ہوا کرتا ہے۔ کیوں کہ دو امام اُس کے لیے بمنزلہ دو وزیروں کے ہوتے ہیں، اُن میں ایک

ابنہ اُس کے حالات میں اتنی بات آدھ (خاطر کی گئی ہے کہ وہ

صرف عالم ملکوت کے مشاہدہ میں رہتا ہے۔ اور دوسرا عالم ملک کے مشاہدہ میں، اور جس اہم کی نظر عالم ملکوت پر ہوتی ہے وہ دوسرے کی نسبت بظاہر مقام اعلیٰ ہوتا ہے۔ (یہ کلام ختم ہو گیا)۔

اببدال کی تشریح

ان میں سے کسی کا انتقال ہو جانا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کے بدل دوسرے شخص کو مقرر فرما دیا کرتے ہیں۔ (یہ تو ابدال الی ایک وجہ تسمیہ ثنوی اور دوسری وجہ تسمیہ یہ ہے کہ) وہ حضرات اپنے بڑے اخلاق کو بدل ڈالتے اور اپنے آپ کو مرصات الہیہ (پسندیدگی خداوندی) کے مطابق ڈھال لیا کرتے ہیں، یہاں تک کہ ان کے اچھے اخلاق ان کے اعمال کا زیور بن جلتے ہیں۔

(تیسری وجہ تسمیہ) یا اس مقام کے ڈیوا کو ابدال اس لئے کہتے ہیں کہ وہ انبیاء علیہم السلام کے جانشین مہتے ہیں (تو بی معنی گویا اُن کا بدل بچھے) جیسا کہ حضرت ابوالدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے کلام میں آگے آ رہا ہے (جو تھی وجہ تسمیہ) جیسا کہ الشہاب المنینی نے عارف ابن عربی سے نقل کیا ہے کہ (ابدال جمع ہے بدل کی تو بدل ایک اور ابدال متعدد افراد جو ایک خاص قسم کے دیوار ہوتے ہیں) جب کوئی بدل (ابدال) کسی جگہ سے دوسری جگہ جاتا ہے تو وہاں اپنی روحانی حقیقت کو چھوڑ جایا کرتا ہے۔ جس کے پاس اُس علاقہ کے امام ارواح اکٹھے ہوتے ہیں جہاں سے وہ بدل (ابدال) جیسا ہے۔ پھر اگر اُس علاقہ کے لوگ اُس علاقہ کے ابدال کی زیارت کے زیادہ مشتاق ہوں تو وہ حقیقتِ روحانی جس کو بدل اپنی جگہ چھوڑ کر گئے ہیں، جسدی اور جسمانی لباس پہن کر اُن لوگوں سے کلام کرتی ہے اور وہ اُس سے امن کرتے ہیں، جب کہ وہ اصلی ابدال اپنی جگہ سے غائب ہوتا ہے، اور کبھی یہ کام یعنی بدل کا اپنی جگہ سے دوسری جگہ جانا بدل کو چھوڑے حیرت انگیز ہے اور فرق ان دو باتوں میں یہ ہے کہ اگر ابدال اپنی جگہ اپنا بدل اور تمام مقام چھوڑ کر کہیں جانے تو وہ بدل

۔ اور یا ابدال کے۔ م کی وجہ یہ ہے

اور تمام مقام بھی ایک جگہ سے دوسری جگہ منت کرتا اور آجاتا ہے۔ اور اس بات سے واقف ہوتا ہے کہ اس کو کسی نے اپنی جگہ پر چھوڑ رکھا ہے۔ اور اگر وہ بدل کسی جگہ کو یا بدل تو قرار نہ دے لے لے ہی چھوڑ کر چلا جائے تو وہ پڑھت کرنے آنے جانے جاتے اور علم و پروہ سے ناواقف و نااہل ہوتی ہے۔ (یہاں پر شہاب کلام کو الہی عینی ختم ہوگیا ہے)

اور قصیدہ تائید کی شرح میں علامہ قاشانی فرماتے ہیں کہ ابدال (یا دولت) سے مراد وہ گروہ ہے جو اہل محبت اہل کشف، اہل مشاہدہ، اہل حضور (مختار) سے ہیں اور لوگوں کو توحید الہی اور دین اسلام کی طرف بلاتے ہیں۔ (یہاں پر اہل عربی نسخہ میں کسی قدر عبارت جھوٹی ہوئی ہے)۔

اور اللہ تعالیٰ اُن (اولیاء ابدال) کے وجود کی برکت سے بندوں کو خوشحال اور شہرہ و کمال فرماتا ہے اور اُن کے طفیل لوگوں سے بلاؤں اور شر و فساد کو دور فرماتا ہے۔ جیسا کہ حدیث نبوی میں اللہ تعالیٰ سے حکایت کرتے ہوئے آیا کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا کہ جب میرا بندہ دوسرے کاموں کو چھوڑ کر (زیادہ تر) ساتھ ہی مشغول ہے تو میں اُس کی محنت و راجے اور لذت کو غنی یاد و ذکر میں ہی لگا دیا کرتا ہوں۔ پھر جب میں اُس کی محنت اور لذت کو ایسی یاد میں لگا دیتا ہوں، تو پھر وہ مجھ سے غنی اور میں اُس سے محبت کرنے لگتا ہوں۔ اور اپنے اور اس کے درمیان کا حجاب اٹھاتا ہوں، تو پھر جب لوگوں کو سہو ہوتا ہے تو اُس کو (اس مقام پر پہنچ کر) سہو نہیں ہوتا (بھوتا نہیں)۔ ایسے لوگوں کا کلام ابیہا عظیم اسلام کا کلام ہوتا ہے۔ اور یہی لوگ صحیح ابدال سمجھتے ہیں اور یہ وہ لوگ ہیں کہ جن میں لوں پر کوئی عذاب نازل نہ آتا ہوں تو اس معاملے میں اُن (ابدال) کو یاد کرتا ہوں۔ (اُن پر نظر آتا ہوں) تو پھر اُن کے طفیل دوسرے لوگوں سے عذاب کو ہٹا دیتا ہوں۔ (حدیث قدسی کا مضمون ختم ہو گیا)۔ اور ابدال چالیس درجہ ہوتے ہیں کہ اُن میں سے ہر ایک کا ایک مخصوص مقام و درجہ ہوتا ہے۔ کہ ان کا سہل درجہ گروہ محسین کا آخری درجہ ہوتا ہے۔ (صالحین کا گروہ ابدال سے مرتبہ میں کم اور نیچے ہوتا ہے)۔ اور اولیاء ابدال کا آخری درجہ قطب کا پہلا درجہ ہوتا ہے (یعنی قطب ابدال سے درجہ میں اُپر ہوتا ہے اور اس کا پہلا زینہ ترقی و روحانی ابدال کے لئے آخری زینہ ہوتا ہے) پھر جب ابدال میں کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ

اُس کا جانشین اُس کو بنا دیتا ہے جو اُس کے ماتحتوں میں سے اُس کے قریب ہوتا ہے۔ پھر وہی ہر اُس ابدال کا تبادلہ کیا جاتا ہے جو پہلے سے درجے میں کم ہوتا ہے۔ تو اس تبادلے کے نتیجے میں صالحین کے گروہ میں سے ایک صالح ابدال کے پہلے درجے پر ترقی پا جاتا ہے، اور اب وہ ابدال کی لڑی میں پرو دیا جاتا ہے۔ (یعنی اس کا شمار اب گروہ ابدال میں سے ہونے لگتا ہے) اور ابدال کی یہ تعداد (چالیس کی) ہمیشہ پوری ہی رہتی ہے۔ یہاں تک کہ جب قیامت آنے کی تو وہ سب اٹھائے جائیں گے۔ جیسا کہ حدیث شریف میں آیا ہے۔ (یہاں پر علامہ قاشانی کا کلام ختم ہوا)۔

امام غزالی کا حوالہ

کتاب ”ایضاء علوم الدین“ میں امام حجتہ الاسلام غزالی اللہ تعالیٰ ان کے طفیل ہمیں نفع پہنچائے کتاب ”ذم الکبر والعجب“ سے نقل کرتے ہوئے لکھتے ہیں کہ ”حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ اللہ تعالیٰ کے کچھ بندے ہیں جنہیں ابدال کہا جاتا ہے۔ جو کہ انبیاء کے نائب سمجھتے ہیں۔ وہ وہیں کے اوتاد (یعنی پیچھے) ہوتے ہیں تو جب نبوت ختم ہوگئی تو اللہ تعالیٰ نے پیغمبروں کی جگہ پر (یعنی ان کی نیابت میں) اُن کے عہدِ علیٰ صاحبہا الصلوٰۃ والسلام میں سے ایسی قوم کو رکھا کہ ان کے اور دوسرے لوگوں کے درمیان زیادہ روزوں یا زیادہ نمازوں یا زیادہ خوبصورتی کی وجہ سے کوئی امتیاز نہیں ہوتا، لیکن زیادہ پرہیزگاری نیت کی خوبی، تمام مسلمانوں کی نسبت سے سینے (دل کی صفائی اور تمام مسلمانوں کی خیر خواہی) محض اللہ تعالیٰ کی رضا حاصل کرنے کے لیے بڑے صبر اور بغیر ذلت (ذلات) کے تواضع و عاجزی کے ساتھ کرنا وہ ایسے لوگ ہوتے ہیں جن کو اللہ تعالیٰ چن لیتا، منتخب فرماتا، اور اپنی ذات کے لیے خالص و مخصوص کر دیتا ہے۔ اور وہ چالیس صدیق ہوتے ہیں۔ جن میں تیس مرد ایسے ہوتے ہیں جن کے دلوں میں حضرت ابراہیم خلیل الرحمن علیہ الصلوٰۃ والسلام جیسا عیسین جاگزیں ہوتا ہے۔ ان میں سے کسی کا انتقال نہیں ہوتا یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ پر اُس کا نائب پیدا فرما دیتا ہے۔ (یعنی کسی ابدال کا انتقال اُس وقت ہوتا ہے جبکہ پہلے سے اُس کے جانشین کا عہد ختم کر دیا جاتا ہے)۔

میرٹے بھائی خوب سمجھ لو (ان حضرات کی نشانی یہ ہے کہ) یہ لوگ نہ تو کسی چیز پر لعنت کرتے ہیں (کسی چیز کی بُرائی نہیں کہتے) اور نہ ہی کسی چیز کو ستاتے ہیں۔ اور نہ کسی چیز کی تحقیر کرتے ہیں۔ اور نہ ہی کسی چیز پر فخر اور بُرائی جتاتے ہیں اور نہ کسی چیز پر حسد کرتے ہیں۔ اور نہ ہی دنیا کی حرص کرتے ہیں۔ یہ لوگ نیکی اور پاکبازی میں سب سے بڑھ کر ہوتے ہیں۔ جہانی لٹاؤ سے (پیداہشی طور پر) بہت نرم، اور دل کے بہت سخی ہوتے ہیں۔ اُن کی نشانی بخاؤ ہے، اور اُن کی عادت خوش دلی و خندہ پیشانی و بشارتیں دینا، اور اُن کی صفت سلامتی ہے۔ وہ نہ تو آج کسی خوف میں مبتلا ہیں اور نہ کل کسی غفلت میں، بلکہ وہ تو اپنی ظاہری حالت پر ہمیشہ قائم و دائم رہتے ہیں۔ اور اُس باطنی و پوشیدہ حالت پر (ثابت و قائم رہتے ہیں) جو اُن کے اور اُن کے رب عزوجل کے درمیان راز ہے۔ نہ تو اُن کو اُمید حیاں پالکتی ہیں اور نہ ہی تیز رفتار گھوڑے، اُن تک سائی حاصل کر سکتے ہیں۔ (مطلب یہ ہے کہ ان حضرات اہل اللہ کی رفتار اور طیر و سیر زہدانی اس قدر تیز ہے کہ یہ دُنیاوی و مادی تیز رفتار چیزیں اُن کے گرد قدم تک نہیں پہنچ پاتیں) اُن کے قلوب (دل) خوشی اور شوق سے اوزیگی کے میدان میں سبقت لینے اور آگے بڑھنے کے لیے بارگاہِ الہی کی طرف اوپر پرواز کر جاتے ہیں۔ ”یہ لوگ اللہ کا گروہ ہے۔ اور عتیں رکھو کہ اللہ کا گروہ ہی کامیاب ہے۔“ (یہ لوگ سے لے کر کامیاب بنے تک آیت فُضِّلَ اُنْی کا مضمون ہے)۔

حدیث مذکور کے راوی کہتے ہیں کہ میں نے حضرت ابوالدرداء صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی خدمت میں عرض کیا کہ ”میں نے کبھی کوئی صفت نہیں سنی جو میرے نزدیک ان صفاتِ مذکورہ سے زیادہ دشوار اور مشکل ہو۔ تو پھر (بتائیے) کہ میں ان صفات تک کیسے رسائی حاصل کر سکتا ہوں، (حضرت ابوالدرداء صحابی نے) فرمایا کہ تم ان صفات کے کھلے میدان میں اُسی وقت پہنچ سکتے ہو جب کہ تم دنیا کو اپنے ہاں مہجور رکھو۔ (دنیا کو اپنا دشمن سمجھو) کیوں کہ تم جس قدر دنیا سے دشمنی کرو گے، اُسی قدر آخرت کی محبت کی طرف متوجہ ہو جاؤ گے اور تم جس قدر آخرت سے محبت رکھتے ہو اُسی قدر دنیا سے بے رغبتی رکھو (اور زہد اختیار کرو) اور تم جس قدر بھی دنیا سے بے رغبتی برتو گے اُسی قدر اپنا فائدہ دیکھو گے۔

پھر جب اللہ تعالیٰ محسوس ہونے لگا تو اس کے حسنِ طلب (جستجو کی خوبی) کو دیکھتا ہے تو اس کے کاموں میں
درستگی پیدا فرمادیتا ہے اور اُسے اپنی پناہ و حفاظت میں لے لیتا ہے۔
تو اُسے میرے جیسے! بھوکو کہ یہ بات (محبت و حفاظتِ الہی، اللہ تعالیٰ کی محبت) تو اللہ تعالیٰ
کی اُتاری ہوئی کتاب (قرآن پاک) میں مذکور ہے چنانچہ ارشادِ خداوندی ہے: ”بلاشبہ اللہ تعالیٰ
پر ہیزگاروں اور نیکوکاروں کے ساتھ ہے۔“

یحییٰ بن کثیر کہتے ہیں کہ ہم نے (حضرت ابو الدرداء رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی حدیث کی روشنی میں)
اس بابے میں جب غور کیا تو معلوم ہوا کہ اللہ تعالیٰ کی محبت اور مرضیاتِ الہی کی چاہت کی لذت کی طرح دُنیا
کی کسی بھی چیز سے ایسی لذت اور حظ کسی نے کبھی نہیں اٹھایا (یعنی جیسا لطف اور مزہ خدا کی محبت، اور اُس
کے پسندیدہ کاموں کی چاہت میں ہے، ویسا لطف اور مزہ دُنیا کی کسی بھی چیز میں نہیں ہے) (یہاں
پر امام غزالی رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہو گیا)۔

(قائدہ) حارف باللہ ابن عربی نے اپنی کتاب ”مَحَلَّةُ الْاِبْدَالِ“ میں فرمایا کہ ”میرے ایک
ساتھ نے مجھے بتایا کہ ”میں ایک رات اپنے (معمول کے) درد و دُھبے کو پورا کر کے اپنے گھٹنوں پر
وز کھے ہوئے اللہ تعالیٰ کو یاد کر رہا تھا کہ اچانک مجھے کسی شخص کی آمد محسوس ہوئی جس نے آکر میرے
نیچے سے میری جائے نماز کو نکال کر اُسکی جگہ پر چائی بچا دی اور پھر کہا کہ ”اُس پر نماز پڑھو“ جبکہ میرے
گھر کا دروازہ بند تھا، تو پس سے میرے اندر گھبراہٹ پیدا ہو گئی تو اُس شخص نے مجھ سے کہا کہ
”جو اللہ تعالیٰ کے ساتھ مانوس ہو کر رہے وہ گھبراہٹ نہیں کرتا۔“ اس کے بعد میرے دل میں
منجانب اللہ ایک بات ڈالی گئی، چنانچہ میں نے اُس شخص سے کہا کہ ”اے میرے آقا یہ بتائیے کہ
”اولیاءِ ابدال کس چیز اور کس کام سے ابدال بنا کرتے ہیں، تو اُس نے جواب دیا کہ چار کاموں سے

۱۔ لغات :- فروغِ الہی، پانی گرانا۔ ۲۔ الشاد :- درستی۔ راستی۔ ہدایت۔ ۳۔ اکتف :- اُونٹوں کے نیچے
بار بھنانا۔ ۴۔ العصہ :- بچاؤ۔ گوند، پٹہ۔

جن کا ذکر اہم اہل لب کی رحمت اللہ علیہ نے اپنی کتاب ”توت القلوب“ میں فرمایا ہے۔ (۱) خاموشی۔ (۲) دو گوں سے کنارہ کشی اور گوشہ نشینی، (۳) بھوک، (۴) بیداری، اس کے بعد وہ شخص چلا گیا اور میں یہ نہ معلوم کرسکا کہ وہ اندر کیسے داخل ہوا اور پھر باہر کیسے گیا، جب کہ میرے گھر کا دروازہ بند ہی تھا۔“ (ابن عربی کے ساتھی کا کلام ختم ہو گیا)۔ عارف ابن عربی کہتے ہیں کہ یہ آتے والے شخص گروہ ابدال سے تعلق رکھتا ہے۔ جس کا نام ”ساذ بن اشرس“ ہے اور جن چار باتوں کا اُس نے ذکر کیا تھا وہ اس راستے کے ستون اور طریقت و روحانیت کی عمارت کے پائے ہیں۔ اب جس کو ان چار صفات میں پختگی حاصل نہ ہو تو وہ اللہ تعالیٰ کے راستے سے رُکا ہوا ہے، اور میں نے اسی سلسلے میں یہ اشعار کہے ہیں جن کا ترجمہ یہ ہے کہ۔

(۱) اے وہ شخص جس نے ابدال کے مقام کے حصول کا ارادہ اُن اعمال کے اُٹانے کے قصد کے بغیر ہی کر لیا ہے۔ (جن اعمال کا اپنا اس مقصد کے لیے ضروری نہیں)۔

(۲) تو اُس مقام کی طمع نہ کر کیوں کہ تو اس کا پس وقت تک اہل نہیں جب تک تو تمام حالات میں اُن خدائے کے قریب ہو جائے (یعنی عملی لحاظ سے) (اور وہ اعمال یہ ہیں)۔

(۳) دل سے خاموش رہ، اور ہر اُس شخص سے کنارہ کر جو بھی تیرے قریب آئے، سوائے اپنے مہم راز دوست کے!

(۴) اور جب تُو بیدار اور بھوکا ہے، تو تُو نے اُن کے مقام کو پایا، اور عندِ حسن یعنی ہر حال میں تو اُن کا ساتھی بن گیا۔

(۵) ولایت کے گھر کی بنیادیں عاصی ابدال سند داروں نے آپس میں بانٹ رکھی ہیں۔“

(۶) (اور وہ بنیادیں ہیں) ۱۔ خاموشی، اور ۲۔ دائمی کنارہ کشی، اور ۳۔ بھوک، اور ۴۔ شب بیداری

جو کہ گناہوں سے پاکی، اور علو مرتبت اور بلندی شان کا ذریعہ ہے۔“

(نُفات) زاحم :- قریب ہونا۔

(ابن عربی کا کلام یہاں پر ختم ہوا، جسے شہاب معینی نے خاصاً بنوہ منظورہ کی شرح میں نقل فرمایا ہے)

(اوتاد)

”اوتاد“۔ واد کے کسرہ کے ساتھ وٹا کی جمع ہے اور واد کا فقر بھی اس میں ایک لغت ہے۔
 عارف ابن عربی نے اپنی بعض تالیفات میں فرمایا ہے کہ اولیاء کا یہ گردہ جو اوتاد کہلاتا ہے، کبھی
 بھی ان سے لفظ ”جال“ جو جمع ہے جبل کی، (جس کا ترجمہ ہے پہاڑ) کے ساتھ بھی تعبیر کیجاتی ہے،
 (یعنی لفظ ”جال“ بول کر مراد اس سے اویٹ اللہ کا یہ گردہ اوتاد یا جاتاہے) جیسا کہ اللہ تعالیٰ کے اس
 قول میں

”الْم تَحْمِلُ اَنْزُلُضْ جِبَالًا اَوْ تَادَا“ اللہ تعالیٰ کیا ہم نے زمین کو بچھونا اور پہاڑوں کو نہیں
 نہیں بنایا۔ (یعنی بنایا ہے کیونکہ استعہام بھاری ہے اور لم نفی و حمد ماضی کے لئے ہے۔ اد نفی کی نفی،
 اثبات ہوتا ہے) (تو اس آیت میں شیخ ابن عربی کی تفسیر کے مطابق ”جال“ سے مراد اولیاء اللہ کا
 یہ گردہ ہے)۔ تو ان اوتاد اولیاء اللہ کی حیثیت جہان میں ایسی ہے جیسے زمین میں پہاڑ ہیں۔ تو جس طرح
 پہاڑوں کی وجہ سے زمین ایک طرف کو بھگنے سے رُکی ہوئی ہے اور اپنی جگہ پر ٹھہری ہوئی ہے۔ (یونہی ان
 اوتاد اولیاء اللہ کی وجہ سے دُنیا کے معاملات میں توازن پیدا ہوتا ہے) شہاب معینی منادی سے نقل
 کرتے ہوئے فرماتے ہیں کہ ”اوتاد اولیاء اللہ ہونے میں چار ہوتے ہیں، کہ نہ تو اس سے زیادہ ہوتے
 ہیں اور نہ کم، تو ان میں سے ایک کے ذریعے اللہ تعالیٰ مشرق کی گرانی سنہ مانتا ہے، اور دوسرے
 کے ذریعے مغرب کی، تیسرے کے ذریعے جنوب کی، اور چوتھے کے ذریعے شمال کی،“ شیخ ابن عربی فرماتے
 ہیں کہ ”ان اوتاد اربعہ میں سے ہر وتد (ہر ایک دلی) کے نیچے بیت اللہ شریف کے ارکان اربعہ
 (چار گوشوں) میں سے ایک ٹکڑی ہے، اور ان میں کا ہر ایک ایک نبیؐ کے قلب پر ہوتا ہے۔ تو جو
 حضرت آدم علیہ السلام کے قلب پر ہوتا ہے، اُس کے نیچے بیت اللہ شریف کا رکن نشانی ہے،
 اور جو ابراہیم علیہ السلام کے قلب مبارک پر ہوتا ہے اُس کے نیچے خانہ کعبہ کا رکن عراقی ہے، اور جو عیسیٰ

عزہ السلام کے قلب مبارک پر ہوتا ہے اُس کے لئے بیت اللہ کا رکن مینا ہے، اور جو شیخ حاصلاً
رحمت عالم محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے قلب اقدس پر ہوتا ہے اُس کے لئے رکن حجر اسود ہے
اور وہ مقام ہمالے سے ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ کا شکر ہے۔ (ابن عربی کا کلام ختم ہوا) (یعنی ابن
عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ ”یہ آخری مقام مجد اللہ تعالیٰ مجھے حاصل ہے“)

(بَجَاء)

بَجَاء۔ ”بَجِیْب“ کی جمع ہے۔ اور بعض اوقات ”بَجِیْبِیْب“ کی جمع ”بَجِیْبِیْبِیْب“ بھی بولی جاتی
ہے۔ تاکہ ابدال ”اور“ اقطاب“ کے ساتھ اس کا وزن مطابق ہو جائے۔ لیکن بَجِیْبِیْب کی جمع اَبْجَابِیْب خلاف
قیاس ہے، اور موافق قیاس پس کی جمع ”بَجَاء“ ہی ہے۔ جیسا کہ کریم“ کی جمع ”کُرْنَاء“ ہے۔ میرے
سید عارف ابن عربی نے اپنی بعض تالیفات میں ”فَوَحَاتِ کِمَیَہ“ کی طرف منسوب کرتے یعنی اُس کا حوالہ
دیتے ہوئے فرمایا ہے کہ اُوْیاء اللہ میں ایک گروہ ”بَجَاء“ ہے۔ اور اُس کی تعداد ہر زمانے میں آٹھ
ہوتی ہے۔ نہ تو اس سے بڑھتے ہیں اور نہ ہی اس سے گھٹتے ہیں۔ اور یہ لوگ آٹھ صفات کے علم والے
ہوتے ہیں۔ سات صفات تو مشہور ہی ہیں اور آٹھویں صفت اور اک ہے۔ (تو بَجَاء کو ان ثمانیہ کا بخوبی
علم ہوتا ہے) اور اُن کی جگہ قائم کر مئی ہے جس سے وہ آگے نہیں بڑھتے اور ستاروں کے بیرو
حرکت کا اُنہیں گہرا اور پُختہ علم ہوتا ہے۔ اور یہ علم دونوں طریق سے حاصل ہوتا ہے۔ (۱) ایک تو ازراہ
کشف، اور (۲) دوسرے اس فن (جس طرح کہ علماء کے نزدیک جو طیفہ ستاروں کی حرکات اور
اُن کے نتائج معلوم کرنے کے لئے مقرر ہے، اُس طریق پر مطلع ہونے کی وجہ سے) وہ حرکات و
اثرات کو اکب معلوم کر لیا کرتے ہیں۔ (یہ کلام ختم ہوا)۔

(نُقْبَاء)

اَوْفَعْبَاء جمع ہے نُقِیْب کی۔ صمّاع اللّٰفۃ میں ہے کہ ”نُقِیْب“ برتیف کو کہتے ہیں۔ یعنی جو

آدمی قوم کی دیکھ بھال کر نیوالا اور اُن کا خیال ہو، (انتہا) حارف ابن عربی کہتے ہیں کہ یہ وہ لوگ ہیں جو نوویں آسمان کے علم کے جامع ہوتے ہیں، اور ”بخارہ“ اُن آسمانوں کے علوم کے حامل ہوتے ہیں جو نوویں آسمان کے نیچے ہیں اور ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ ہی نے ایک اور مقام پر فرمایا ہے کہ ”اولیاء رضی اللہ تعالیٰ عنہم میں سے نقباء بھی ہیں۔ اور نقیب ہر نسل میں بارہ ہی ہوتے ہیں۔ کم و بیش نہیں ہوتے۔ سو ان کی تعداد آسمان کے بارہ بُرجوں کے مطابق بارہ ہے۔ اور ہر نقیب ایک بُرج کی خاصیات اور اُن ہزارہ تاثیرات کو جانتا ہے جو اللہ تعالیٰ نے اُس کے مقام میں ودیعت فرما رکھی ہے۔ اور کو اکب (سائے) ستارہ اور ثوابت کے قطع و برید کو بھی (جانتا ہے)۔ کیوں ثوابت ستاروں کے نیچے حرکتیں بھی ہیں۔ اور بُرجوں میں ایسے طریق سے قطع و برید کرنا بھی کہ جس کی وجہ سے اُن کے حُسن و خوبی میں کوئی فرق محسوس نہیں آتا۔ اس لیے کہ قطع و برید کا میل ہزاروں سالوں میں کہیں ایک بار ہوا کرتا ہے۔ اور رصدگاہوں والے اس کے مشاہدہ سے قاصر رہتے ہیں۔

واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ نے ان نقیبائے ہاتھوں میں تمام اُماری گئی شریعتوں کے علوم رکھتے ہیں، اور یہ حضرات نفس کی پوشیدہ خواہیوں اور ہلکات کو معلوم کر یا کرتے ہیں۔ اور اُس کا کردار قریب اور ابلیس کا دھوکہ اُن پر واضح ہو جاتا ہے اور ان حضرات کو ابلیس کی ایسی باتیں بھی معلوم ہو جاتی ہیں جو خود اُس کو بھی معلوم نہیں ہوتیں (انتہا) اور باقی ہے دو اہم جن پر پہلے کلام ہر چمکے کہ وہ قطب الاقطاب کے ذریعہ ہوتے ہیں۔ اور اولیاء اللہ کی اذیت ہے جن کو ”افراد“ کہتے ہیں۔

افراد:- حارف ابن عربی نے اپنی بعض کتابوں میں ذکر کیا ہے کہ فرشتوں میں ان اولیاء افراد کی نظردہ اہم فرشتے ہیں جن کو کربتین کہتے ہیں (یعنی مقربین) حق تعالیٰ کی بارگاہ میں تعظیم اور اُس کی حضور میں حاضر رہتے ہیں۔ اور سوائے اُس کے کسی کو نہیں پہچانتے۔ اور جس قدر اُس کی معرفت حاصل کر چکے ہیں اس کے علاوہ اس سلسلہ میں اور کچھ نہیں بتاتے۔ اور ان کی حالت کچھ ایسی قسم کی ہوتی ہے کہ ان کے نفسوں کو بھی ان کی ذات کا علم نہیں ہوتا۔ (کیوں کہ مقام نفس اور ہے اور مقام ذات اور حقیقت میں اُن کو اُن کے سوا کوئی نہیں پہچانتا۔ اُن کا مقام حقیقت اور ہستی

کے درمیان ہے۔ (انتہی)

(فصل: ان اویس اللہ کی تعداد اور جائے سکونت کے بیان میں)

برہان ابراہیم عتائی نے شرح منظومہ البکر میں کلام ”عقد المرید لجمہرۃ التوحید“ ہے۔ ابن تمسّانی کے حواشی ”شفا“ سے نقل کیا ہے کہ خطیب نے ”تاریخ بغداد“ میں ”کتانی“ کے حوالے سے تصریح نقل کی ہے کہ ”نقار“ تین سو ہوتے ہیں اور ”نجار“ ستر اور ”ابدال“ چالیس اور ”اخیار سات اور ”عقد“ جن کو ”اوتاد“ بھی کہتے ہیں چار اور ”خوش“ ایک ہوتا ہے۔ تو ”نقار“ کی جائے سکونت مغرب ہے۔ اور ”نجار“ کا مسکن مقرر ہے۔ اور ”ابدال“ شام میں رہتے ہیں۔ اور ”اخیار“ زمین پر سیاحت کرتے رہتے ہیں۔ اور ”عقد“ و ”اوتاد“ زمین کے گوشوں میں سکونت پذیر ہوتے ہیں۔ اور ”خوش“ کی رہائش مکہ معظمہ ہے۔ پھر جب عوام الناس کے بارے میں کوئی حاجت پیش آتی ہے تو ”نقار“ بارگاہِ الہی میں گزرا کر دعا مانگا کرتے ہیں، قبول ہو جائے تو بہتر ورنہ پھر ”نجار“ بارگاہِ الوہیت میں زاری کیا کرتے ہیں۔ قبول ہوگئی تو بہتر ورنہ ”ابدال“ دعا مانگتے ہیں، پھر ”اخیار“ پھر ”اوتاد“ زاری کیا کرتے ہیں۔ تو اگر ان کی دعا و زاری سے پوری کی پوری حاجت یا اس کا کچھ حصہ پورا ہو گیا تو بہتر، ورنہ ”خوش وقت“ بارگاہِ خداوندی میں عاجزی سے دعا مانگتے ہیں، تو ان کا سوال ابھی پورا بھی نہیں ہوتا کہ ان کی دعا قبول ہو جاتی ہے۔ (انتہی)

اور ذوالنون بصری رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”نقار“ تین سو ہیں۔ اور ”نجار“ ستر اور ”ابدال“ چالیس اور ”اخیار“ سات اور ”عقد یعنی اوتاد“ چار اور خوش ایک ہوتا ہے۔ اور ابو بکر سلوی ایک ایسے شخص سے روایت کرتے ہیں جس نے خضر علیہ السلام کی زیارت کی، اور ان سے ہم کلام بھی ہوا تھا کہ خضر علیہ السلام نے اُس سے فرمایا کہ ”جب سؤل اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا وصال ہوا تو زمین نے رو کر بارگاہِ الہی میں عرض کیا تھا کہ میرے مولا اب تو میں پس حال میں رہ گئی ہوں کہ مجھ پر قیامت تک کوئی بھی نبی چلے پھرے گا نہیں۔ (دیکھئے زمین بھی جانتی ہے کہ،

حضورِ کرم صلی اللہ علیہ وسلم پر نبوت ختم ہو چکی ہے اور آپ کے بعد دوسرا کوئی بھی نبی نہیں آ سکتا تو اللہ تعالیٰ نے اسے فرمایا کہ ”اب میں تیشری پشت پر پس اُمت میں سے ایسے اولیاء پیدا و مقرر کروں گا جن کے قلوب انبیاء علیہم السلام کے قلوب پر ہوں گے اور میں تجھ کو ان سے قیامت تک خالی نہیں چھوڑوں گا زمین نے عرض کیا کہ اُن کی تعداد کتنی کچھ ہوگی، فرمایا تین سو تو دو (عام) اولیاء ہوا کریں گے، اور شتر، ”نبھا“ ہوں گے اور چالیس ”اداماد“ اور دس ”نقباہ“ اور سات ”عرفاء“ اور تین ”مخاردون“ اور ایک ”غوث ہوگا، پھر جب غوث کا انتقال ہوگا تو پچھلے تین اولیاء کسی کو ترقی دے کر اس کی جگہ پر غوث بنا دیا جائے گا۔ اور سات میں کسی کو ترقی دے کر تین کی تعداد پوری کر دی جائے گی اور دس میں کسی کو ترقی دے کر سات، چالیس میں سے کسی کو ترقی دے کر دس، اور شتر میں کسی کو ترقی دے کر چالیس، اور تین سو عام اولیاء اللہ میں کسی کو ترقی دے کر شتر اور دوسرے لوگوں میں سے کسی کا انتخاب کر کے تین سو کی تعداد پوری کر دی جائے گی، اور یہ سلسلہ صُور کے پھونکے جانے یعنی قیامِ قیامت یو نہی جاری رہے گا۔ (انتہی کلام) میں کہتا ہوں کہ اس مذکورہ حوالہ میں جو ان خاص اولیاء اللہ کی تعداد تعیین کی گئی ہے، اس بارے میں کچھ مخالفت بھی ہے جیسا کہ پہلے بیان کی جا چکی ہے۔

(صاحبِ مناقب اہلِ علیاء اللہ کی تعداد میں اختلاف کی وجہ)

اور ان کی تعداد میں اختلاف کی وجہ یہ ہے کہ جس نے زیادہ تعداد بیان کی ہے اُس نے سب ذکر کیا ہے اور جس نے کم تعداد بتائی ہے اُس نے اُس درجے کے رئیس اور بلند پایہ اولیاء کے ذکر پر اکتفا کیا ہے۔ اور دوسروں کی نسبت اُس طبقہ کے جو اسخِ القلم حضرات تھے، صرف اُن ہی مخصوص ہستیوں کا عدد بتایا کل کا نہیں۔ آگے جو بات آرہی ہے اس کے جواب میں بھی یو نہی کہا جائے گا۔ اور بعض حضرات نے اس سوال (یعنی اختلاف تعداد مرویہ) کا یہ جواب دیا ہے کہ در صحیح ترین روایت سے معین تعداد مفہوم نہیں ہوتی۔“ لیکن ہمارا جواب جو اوپر مذکور ہوا، اس جواب سے زیادہ اچھا ہے کیوں کہ ان حضرات کے بارے میں یہ قید لگائی تھی ہے کہ ”ان کی مبینہ تعداد میں کوئی کمی یا بیشی نہیں ہوتی اور اس کے علاوہ ایک اور جواب بھی آگے آ رہا ہے۔ سو اب تم خود غور کرو۔“

دوسرا باب

ان آثار نبویہ کے بیان میں جو کہ ان مخصوص اولیاء اللہ کے موجود ہونے

اور باقی مخلوق سے ان کی فضیلت پر دلالت کرتی ہیں

سوان آثار نبویہ کا کچھ حصہ علامہ ابی جبر نے ”فتاویٰ حدیثیہ“ میں اور ”شہاب احمدینی“ نے اپنی منظوم کی شرح میں، حافظ سیوطی سے نقل کرتے ہوئے، اور ”امام مناوی“ نے اور یونہی ”ملا علی قاری“ نے اپنی تصنیف ”المدن العدن فی ادیس العرفی“ میں ذکر کیا ہے، سوان احادیث مبارکہ میں ایک وہ ہے جو امام حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے مروی ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”مک شام والوں کو بڑا نہ کہو کیوں کہ وہاں کے لوگوں میں ”ابدال“ بھی رہتے ہیں۔ اس حدیث کو طبرانی وغیرہ نے روایت کیا ہے اور حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ ہی سے دوسری روایت میں مذکور ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”(ہاں ابتر) مک شام کے ظالم لوگوں کو بڑا کہہ سکتے ہو“۔ ایک اور روایت میں یہ ہے کہ ”شام کے سب لوگوں کو (بلا استثناء) بڑا نہ کہو کیوں کہ وہاں اللہ کے خاص بندے ابدال بھی رہتے ہیں“۔ ایک اور روایت میں ہے کہ ”ابدال شام میں، اور بخارا کوثر میں رہتے ہیں“ ایک اور روایت میں یوں ہے کہ ”ادناد کوثر والوں میں سے ہیں اور ابدال شام والوں میں سے“ ایک اور روایت میں ہے کہ ”بخارا بصر میں رہتے ہیں اور انبار حوائق والوں میں سے ہیں اور قطیف میں، اور ابدال شام میں ہیں، مگر ان کی تعداد تھوڑی ہے“۔ میں کہتا ہوں کہ اس روایت میں فرمایا گیا ہے کہ بخارا بصر میں رہتے ہیں، جبکہ سابقہ روایت میں فرمایا کہ بخارا کوثر میں پائش پذیر ہیں، (سوان دور روایتوں میں بخارا کی جگہ سکونت کے بارے میں اختلاف پایا جاتا ہے، یہ ایک سوال ہے اور اس کا حل یہ ہے کہ) حدیث کی ان دور روایتوں کو جاننے سے نتیجہ نکلتا ہے کہ بخارا ان دو مقامات میں سے کسی ایک مقام کے ساتھ مخصوص نہیں بلکہ جگہ تو کوثر، میں رہتے ہیں، اور کبھی بصر میں، سو

ان دو روایتوں میں کوئی منافات نہیں اور اللہ تعالیٰ (حقیقتِ حال کو) بہتر جانتا ہے۔
 اور اہم جملہ میں نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت نقل فرمائی ہے کہ وہ فرماتے
 ہیں کہ میں نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا ہے کہ ”ابدالِ شام میں نسبتیں ہیں اور
 وہ چالیس مرد ہیں ان کے ذریعہ سے بارش برسی ہے، اور ان کی برکت سے دشمن پیستہ حاصل ہوتی ہے
 اور انہی کے طفیل شام والوں سے عذاب دور کیا جاتا ہے“

اور میں کہتا ہوں کہ ”شہابِ منینی کی شرح میں لکھا ہے کہ ”اس حدیث مذکور میں حمد و نصرت کو
 مقید کیا گیا ہے یہ دوسری احادیث کے منافی نہیں جن میں مدد و نصرت کو بغیر کسی قید کے مطلق ذکر کیا گیا ہے
 کیوں کہ ان اولیاء اللہ (ابدال) کی نصرت اپنے قرب و جوار میں نسبتیں والوں کے لئے زیادہ ہوتی ہے
 اگرچہ وہ اہل شام کے علاوہ بھی سب کثرت میں ہے۔ (انتہی) (معرض ترجم) یہاں علامہ شامی
 کے بعض کلمات خصوصی توجہ کے قابل ہیں، کہ فرمایا ”لان نصرتہم لمن الخ“ یعنی ان حضرات اولیاء اللہ
 حمودہ ابدال کی مدد و نصرت الخ جس سے منہم ہوا کہ اولیاء اللہ لوگوں کی مافوق العادت مدد فرماتے
 ہیں کیوں کہ (نصرتہم) میں ہم ضمیر حمودہ ابدال کی طرف راجع ہے۔ حمودہ کی نسبت ان کی طرف کی گئی ہے
 اور جس سے وہاں حدیث زیر نظر میں مندرج کیا گیا ہے وہ مافوق العادت مدد ہے۔ کہ بارش کا برسا، دشمنوں
 کے مقابلہ میں فبیح فتح حاصل ہونا۔ عذاب الہی کا دور ہو جانا۔ ”ظاہری اسباب کے تابع نہیں۔ تو وہ جو بعض
 حلقوں کی جانب سے مافوق العادت امور میں استعانت و استمداد اولیاء اللہ کو شرک قرار دیا جاتا ہے،
 لاینبأ بہ، وہ صحیح نہیں بلکہ تجاہد و زہادت ہے۔ گو یہ درست ہے کہ اولیاء اللہ کی مدد مجازی، غیر حقیقی اور ان
 اختیارات کے تحت ہوتی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عطا کردہ ہوتے ہیں، خانہ زاد و ذاتی نہیں جھتے۔ (ناپیر ترجم)
 (علامہ شامی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ)

حدیث ابن ابی الدنیاء نے حضرت علی کرم اللہ وجہہ سے روایت نقل کی ہے کہ وہ فرماتے ہیں کہ میں نے
 اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے ابدال کے بارے میں سوال کیا تھا جو کہ ساٹھ مرد ہیں تو میں نے عرض کیا :
 یا رسول اللہ! ان کی گزیرہ کھوئیے اور ان کی صفات بیان فرما کر حدیث کثافت فرمائیے تو آپ نے فرمایا کہ

وہ لوگ کلام میں ادنیٰ نہیں خواہشات میں غلو و مبالغہ کرنے والے نہیں سمجھتے (یعنی جیسا کہ عام لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات کو بڑھا چڑھا کر بیان کیا کرتے ہیں، وہ پاکباز لوگ اس طریق گفتگو سے احتراز فرمایا کرتے ہیں، سادہ، حقیقی، سچی گفتگو، اور سیدھی سادی بات کیا کرتے ہیں) اور وہ زندگی کے کسی بھی مرحلے پر خلاف سنت کوئی کام نہیں کرتے۔ اور چرب زبانی سے کلام نہیں کرتے، اور نہ ہی لوگوں سے متعلق معاملات میں گہرائی تک جاتے اور چھان پھٹک کرتے ہیں، (یعنی نہ تو کسی کی ٹوہ کرتے ہیں، اور نہ ہی دوسروں کا کھج لگاتے پھرتے ہیں۔ بلکہ اپنے حال میں مگن اور اپنے کام سے کام رکھتے ہیں، کیونکہ ”تجھے دوسروں کی کیا پڑی پہلے اپنی بیڑ تو“) جو کچھ بھی انہوں نے پایا وہ نماز و روزے اور صدقہ و خیرات کی کثرت سے نہیں پایا بلکہ نفس کی سخاوت، دل کی سلامتی، اور اپنے پیشواؤں کی خیر خواہی سے پایا ہے۔ (اس حدیث نبوی کا مضمون ختم ہوا)

حضرت انس صحابی رضی اللہ تعالیٰ عنہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کرتے ہیں کہ آپ نے فرمایا کہ ابدال چالیس مرد ہیں، جن میں بیس تو شام میں اٹھارہ عراق میں ہیں، جب ان میں کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر کسی اور کو ابدال مقرر فرمادیتا ہے۔ پھر جب قیامت آئے گی (دوسرا روز)، جب اللہ تعالیٰ کا حکم آئے گا تو سب کے سب اٹھائے جائیں گے، پھر اس وقت قیامت قائم ہوگی، اس کو حکیم ترمذی نے روایت کیا ہے۔ ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً مروی ہے کہ، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ابدال چالیس مرد ہیں اور چالیس عورتیں، پھر جب ان میں کسی مرد کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر کسی مرد کو ابدال بناتا ہے۔ اور اگر ان عورتوں میں سے کسی عورت کا انتقال ہو جائے تو اس کی جگہ پر کسی عورت ہی کو ابدال بناتا ہے۔ اس حدیث کو محدث

لغات: ۱۔ المنطقین۔ تنطع فی الکلام، خلو کرنا، فی شہواتہ، مبالغہ کرنا (۲) المتعین: تعین فی الامر، معاشی تہتیکت پہنچنے کی کوشش کرنا، فی کلامہ، خوب چرب زبانی سے گفتگو کرنا۔

(مصباح اللغات)

دیجی نے ”مسند الفردوس“ میں روایت کی ہے۔ اور ایک اور روایت میں حضرت انس رضی اللہ عنہ سے مروی ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا کہ ”میری امت کے ابدال جنت میں نماز، روزے کی کثرت کی وجہ سے نہیں جائیں گے، بلکہ جنت میں ان بہ داخلہ دلوں کی صفائی اور سلامتی، اور نفسوں کی سخاوت کی وجہ سے ہوگا۔“ اس کی محدث ابن عسّی، اور خلّال نے روایت کیا ہے، اور خلّال، اس کے اخیر میں یہ الفاظ بھی لائے ہیں، کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ابدال“ دوسرے مسلمانوں کی خیر خواہی کی وجہ سے جنت میں جائیں گے۔“ اور ایک روایت حدیث میں سند حسن کے ساتھ حضرت انس رضی اللہ عنہ کی واسطے آقا صلی اللہ علیہ وسلم سے مروی ہے کہ آپ نے فرمایا کہ ”زمین کبھی بھی چائیس ایسے مردوں سے خالی نہیں ہوا کرتی جو کہ ابراہیم، خلیل الرحمن علیہ السلام کی مثل سمجھتے ہیں۔ چن کی وجہ سے بارشیں برستی ہیں، اور ان کی وجہ سے مدد ملتی اور شمع حاصل ہوا کرتی ہے۔ ان میں سے کسی کا انتقال ہو تو اللہ تعالیٰ اس کی جگہ پر کسی دوسرے کو مقرر کر دیتا ہے،“ حضرت قتادہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ ”ہمیں اس بات میں شک نہیں کہ امام حسن بصری رحمۃ اللہ علیہ ان پاکیزہ مردوں میں سے ہیں۔“ (جن کے طفیل دنیا والوں کو خدائی امداد حاصل ہوتی ہے) اور حضرت ابن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما (اللہ تعالیٰ باپ بیٹے دونوں سے راضی ہو) سے مروی ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ ”نوح علیہ السلام کے بعد زمین کبھی بھی سات ایسے مردوں سے خالی نہیں ہوئی جن کے طفیل اللہ تعالیٰ زمین والوں سے آفات و فحاشیات اور عذاب کو اٹھالیتا ہے“ اور حضرت ابن عمر سے اللہ تعالیٰ باپ بیٹے دونوں سے راضی ہو، روایت ہے کہ اللہ کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”میری امت کے اندر ہر نسل میں پانچ سو بہتر افراد موجود ہیں گئے اور ابدال چائیس ہوں گے تو نہ ان پانچ سو میں کوئی کمی ہوگی اور نہ ہی ان چالیس میں، پھر جب چالیس میں سے کسی کا انتقال ہوگا تو ان پانچ سو میں کسی کو ترقی سے کر اس ابدال کی جگہ مقرر کر دیا جائیگا صحابہ کرام نے عرض کیا یا رسول اللہ (صلی اللہ علیہ وسلم) ہمیں ان کے اعمال بتائیے۔ فرمایا جو ان پر ظلم کرے گا اُس کو سزا دیا کریں گے، اور جو ان کے ساتھ برائی کرے گا اُس کے ساتھ احسان کریں گے۔ اور اللہ نے جو مال اُن کو دے رکھا ہوگا اُس سے محتاجوں اور غریبوں کی مدد کیا کریں گے

اس حدیث کو ابو نعیم وغیرہ نے روایت کیا ہے۔ اور ایک روایت میں حضرت ابن عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہما مرفوعاً مڑی ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”ہر مانسہ میں میری اُمت کے اندر ایسے دو گے جو نیک اعمال اور روحانیت میں دُوروں سے آگے بڑھے ہوئے ہوں گے“ اس حدیث کو محدث ابو نعیم نے اپنی کتاب ”طہ“ میں روایت کیا ہے، اور ان کے علاوہ امام ترمذی نے بھی اس کو روایت کیا ہے، اور حضرت ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ لوگوں میں اللہ کے تین سو ایسے بندے ہوتے ہیں جن کے دل حضرت آدم علیہ السلام کے دل پر ہوتے ہیں، اور چالیس بندے ایسے ہوتے ہیں جن کے دل حضرت ابراہیم علیہ السلام کے دل پر ہوتے ہیں اور پانچ ایسے آدمی ہوتے ہیں جن کے دل جبرائیل علیہ السلام کے دل پر ہوتے ہیں۔ اور لوگوں میں اللہ کے تین ایسے بندے ہوتے ہیں جن کے دل میکائیل علیہ السلام کے دل اور اللہ کی مخلوق میں ایک ایسا آدمی ہر قبیلے جس کا دل حضرت اسرافیل علیہ السلام کے دل پر ہوتا ہے۔ پھر جب اُس کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ تین ماتحت آدمیوں میں سے کسی کو اُس کی جگہ مقرر کر دیتا ہے، اور جب اُن تین میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ پانچ میں سے کسی کو اُس کی جگہ مقرر کر دیتا ہے، اور اگر پانچ میں سے کسی کا انتقال ہو تو سات (حرفاً) میں کسی کو اُس کی جگہ پر تعینات کر دیتا ہے، اور جب سات میں سے کسی کا انتقال ہو تو چالیس میں سے کسی کو اُس کی جگہ پر تعین کر دیتا ہے، اور چالیس میں کسی کا انتقال ہو جائے تو تین سو میں سے کسی کو اُس کی جگہ پر تعینات کر دیتا ہے۔ اور جب اُن تین سو میں سے کسی کا انتقال ہو جائے تو اللہ تعالیٰ تمام لوگوں میں کسی کو اُس کی جگہ پر ترقی دے دیتا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ ان ادویا کے ذریعے سے جلاتا، اور مارتا، اور اُگاتا ہے۔ (یعنی غلے وغیرہ اُگاتا ہے) اور اُن کے فضیل ہی مخلوق سے بلائیں دفع کرتا ہے،

حضرت ابن سعد رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے دریافت کیا گیا کہ اُن کے ذریعے سے کیسے جلاتا اور مارتا ہے، جواباً فرمایا کہ یہ ادویا اللہ تعالیٰ سے اُمت کی کثرت کا سوال کرتے ہیں تو اللہ تعالیٰ ان کی

درخواست کو منظور نہ کر اُمت کو بڑھاتا ہے (یہ تو جہلانا ہوا) اور وہ سرکش لوگوں کے خلاف دُعا کرتے ہیں تو پھر وہ اُن کی بددعا کی وجہ سے ہلاک کر دیئے جاتے ہیں۔ (یہ مارنا ہوا) اور وہ ادیاء اللہ تعالیٰ سے بارش مانگتے ہیں تو اُن کی دُعا سے لوگوں پر بارش برسا دی جاتی ہے۔ اور حق و غیرہ فضلوں کا لوگوں کے لیے سوال کرتے ہیں، تو ان کی دُعا سے زمین فطیل اُگتی ہے۔ اور مخلوق سے بلاؤں کے دفعہ کی دعا کرتے ہیں تو ان کے طفیل اللہ تعالیٰ لوگوں سے بلائیں دفع فرما دیا کرتا ہے۔ اس حدیث کو محدث ابن عساکر نے روایت کیا ہے۔

اور بعض حضرات محدثین نے فرمایا ہے کہ حضور نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اس بات کا ذکر نہیں کیا کہ اللہ تعالیٰ کسی دلی کو اُن کے قلبِ قدس پر بھی پیدا فرماتا ہے۔ (جیسا کہ دوسرے ادیاء اللہ کے بارے میں فرمایا کہ ان میں سے بعض کو حضرت آدم علیہ السلام اور بعض کو حضرت ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر پیدا فرمایا کرتا ہے) اور اس کی وجہ یہ کہ اللہ تعالیٰ جل مجدہ نے عالم خلق و عالم مردوں میں قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم سے زیادہ عزت و شرف و بزرگی و کرم اور لطافت والا کسی کو پیدا نہیں فرمایا۔ (لہذا حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے قلبِ قدس پر کسی کے ہونے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا) تو انبیاء و ملائکہ اور ادیاء کے قلوب قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کی نسبت سے اُسی طرح ہیں جس طرح کہ سورج کی روشنی کی نسبت دُوسرے ستارے سے ہیں اور اس کی وجہ شاید یہ ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی جملہ صفات کے مظہر ہیں بخلاف دُوسرے حضرات کے کہ وہ اُس کی ایسی بعض صفات کے مظہر ہیں جو اس کی تجلیات کی صورتوں میں مخلوقات پر وارد ہوا کرتی ہیں۔ میں کہتا ہوں کہ اس کلام کا مقصد یہ ہے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام سے یہ بات مروی نہیں کہ ادیاء اللہ میں سے کسی کا قلب قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی ہوتا ہے۔ سو اب تم خود اس میں غور کرو اور اس کے ساتھ عارف ابن عربی کا گذشتہ کلام بھی نظر میں رکھو جو پہلے ”ارتقاء“ کے عنوان کے تحت ذکر کیا جا چکا ہے کہ برصوف نے فرمایا

”یہاں پر اہل نسخہ کتاب میں لفظ ”کلمات“ ہو تو ترجمہ مخلوقات ہے اور اگر لفظ ”لمنات“ ہو تو پھر ترجمہ ”اس کی پوشیدہ و مخفی چیزوں“ ہوگا۔

ہر ایک اوقات میں سے ایک کا قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے، اور شیخ نے یہ مقام اپنی طرف منسوب فرمایا۔ اور حارف ابن عربی، اللہ تعالیٰ اُن کی روح کو پاک فرمائے اور ہمیں اس کے ذریعہ سے نفع پہنچائے۔ ”کا مقام تعریف سے بڑھتا ہے۔ جیسا کہ وہ لوگ جانتے ہیں جن کی بصیرت کو اللہ تعالیٰ نے نورانی بنایا اور اُن کے دل کو محمد سے پاک فرمایا ہے۔ (اور وہ صاف نیت والے ہیں) (اور شیخ) لایا کہ درجہ اوقات کے بزرگی ترین دلی تھے اور سینر اوقات، جس کی اطلاع اُن کو اللہ تعالیٰ کی جانب سے اذراہِ عشق بل چکی تھی۔ اور ان اوقات میں بعض وہ حضرات تھے جن کا قلب ابراہیم علیہ السلام کے قلب پر تھا۔ اور چونکہ ابراہیم علیہ السلام سے علوم و معارف میں بلند وفاق سوائے ہمارے نبی مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اور کوئی، شخصیت نہیں، اس لیے شیخ نے کہہ دیا کہ سینر اوقات کا قلب، قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم پر ہوتا ہے جس کا مقصد یہ تھا کہ سینر اوقات دوسرے ہم طبقہ درجہ اولیاء اللہ سے بلحاظ مقام بلند اور فائق ہوتا ہے، تو دوسروں پر اس کے مقام کی بلندی و وقیت کو واضح اور ظاہر کرنے کے لیے شیخ نے یہ کہہ دیا کہ اس کا قلب قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر ہوتا ہے۔ اگر حقیقت میں من گھڑی الوجوہ اور ہر لحاظ سے تو قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم پر اور بالکل اُس جیسا تو کوئی بھی نہیں ہے۔ صواب تم غور کرو۔

اور شیخ ابن عربی قدس سرہ نے (قلبِ مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم بے مثل ہے) اپنی بعض کتابوں میں یہ جو فرمایا ہے کہ ان حضرات میں کا ایک نبی یا فرشتے کے قلب پر ہوتا ہے، تو اس سے ان کی مراد یہ ہے کہ معارفِ الہیہ کے باب میں اُن حضرات اولیاء اللہ کو اُس شخص کا سادل دیا جاتا ہے کیوں کہ علومِ الہیہ کا درود قلب ہی پر ہوا کرتا ہے۔ تو جو علم بڑے فرشتے یا رسول کے قلب پر وارد ہوتا ہے وہ اُس قلب پر بھی وارد ہوا جو کہ فرشتہ یا رسول کے قلب کے نقشہ پر ہوگا، ابن عربی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ بے اوقات بعض لوگ جو کہا کرتے ہیں کہ ”فلاں فلاں کے قدم پر ہے“ تو اس کا مطلب یہی ہوتا ہے کہ اُس کا دل دوسرے کے دل کے نقشے پر واقع ہے۔ (انتہیٰ)

۱۔ لغات ۱۔ سریرۃ ۲۔ مجید، راز، نیت۔

(کلام ختم ہو گیا)

(تنبیہ: ہماری) حدیث ابدال سے متعلق ایک خاص نکتہ کی وضاحت

علامہ شہاب منیبی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ علامہ ابن جوزیؒ نے ابدال سے متعلق حدیث پر طعن کرتے ہوئے اس کو مخرج قرار دیا ہے، اور علامہ سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے ان کا تعاقب کرتے ہوئے کہا ہے کہ ”ابدال“ والی حدیث بالکل صحیح ہے بلکہ اس کی متواتر بھی کہہ سکے ہو، اور سیوطی رحمۃ اللہ علیہ نے اس بابے میں عربی کلام کیا ہے پھر فیصلہ کے طور پر کہا کہ اس قسم کی احادیث تواتر معنوی کی حد تک پہنچی ہوئی ہیں، اور یہ احادیث ہر پوزیشن و حیثیت میں ہیں کہ ان کی بنا پر ”ابدال“ کے وجود، اور ان کے پاسے جانے کی صحت پر یقین کیا جاسکتا ہے۔ (یعنی کلام ختم ہوا)

اور علامہ سخاوی رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ ”ابدال“ والی حدیث متعدد طریقوں سے مختلف الفاظ کے ساتھ مروی ہے۔ جو سب سب ضعیف ہیں۔ پھر وہ ان احادیث کو لائے ہیں جو اس سلسلے میں وارد ہوئی ہیں، پھر کہتے ہیں ان تمام روایات مذکورہ میں سے سب سے زیادہ صحیح وہ حدیث ہے جس کو امام احمد رحمۃ اللہ علیہ نے حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مرفوعاً روایت کیا ہے کہ (مُحَمَّدٌ عَلَى اللَّهِ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ نَزَلَ) ابدالِ شام میں شہتے ہیں اور وہ چالیس مرد ہیں۔ جب کبھی ان میں سے کسی کا انتقال ہو جاتا ہے تو اللہ تعالیٰ اُس کی جگہ پر کسی دوسرے کو مقرر فرما دیتا ہے، ان کی وجہ بگادش ہوتی ہے اور ان ہی کی وجہ دشمنانِ فح حامل ہوتی ہے، اور ان ہی کی وجہ سے شام والوں سے عذاب دُور کیا جاتا ہے، اس کے بعد علامہ سخاوی کہتے ہیں کہ اس حدیث کی سند کے رجال صحیح کے رجال ہیں۔ سوائے شُرَیْحِ بْنِ مُخَيَّرٍ کے کہ وہ بھی ثقہ تو ہے ہی۔ (سخاوی کا کلام ختم ہوا)

اور علامہ سخاوی کے اُستاد حافظ ابن حجر اپنے فتاویٰ میں فرماتے ہیں کہ ”ابدال“ کا ذکر متعدد احادیث میں آیا ہے۔ بھی میں سے بعض صحیح ہیں اور بعض غیر صحیح، اور ”قطب“، سو اس کا ذکر بعض احادیث میں وارد ہے۔ البتہ ”غوث“ کا وجود اُس وصف کے ساتھ جو کہ صُرفیاء میں مشہور ہے، ثابت نہیں کیا

اور بعض روایات میں ہے کہ ”ابدال“ کنشانیوں میں ایک میں ہے کہ ان کی اولاد نہیں ہوتی، اور یہ کہ وہ کسی چیز کو ظاہر نہیں کرتے۔“ (علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کا کلام ختم ہوا)

لیکن پہلے گزر چکا ہے اور آئندہ بھی سیدنا اہم شافعی رحمۃ اللہ علیہ کے کلام میں قطب کی تفسیر خوش کے ساتھ آرہی ہے۔ سو یہ کلام اس کے ثبوت پر دلالت کرتا ہے اور اس بات پر بھی کہ غوث، قطب، دوزن کا مصداق ایک ہی ذات ہوا کرتی ہے۔ سو اس کی اچھی طرح سمجھ لو۔ اور حافظ ابن جریر نے جو غوث کے ثبوت کے عدم ثبوت کا قول کیا ہے، اس سے ان کی مراد شاید یہ ہے کہ غوث کا ذکر صحیح احادیث نبویہ میں نہیں آیا۔ لیکن اس کے ثبوت کے لیے اس کی شہرت اور اس کی خبروں کا مستفیض و مشہور ہونا اور اس طہیث پاک کے لوگوں میں اس کا تذکرہ ہی کافی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ حقیقت حال کو بہتر جانتا ہے۔ (انتہی)

اور ”قاوی حدیث“ میں آخری حدیث کو اختصار اور الفاظ کی تبدیلی کے ساتھ اہم یا فہمی رحمۃ اللہ علیہ کے حوالہ سے ذکر کیا ہے۔ اس کے بعد کہتے ہیں کہ امام یا فہمیؒ نے فرمایا ہے کہ بعض عارفین کہتے ہیں کہ جس ایک شخصیت کا ذکر اس حدیث میں فرمایا گیا ہے وہ قطب ہی ہے اور وہی ”غوث فرد“ ہے۔ اس کے بعد علامہ ابن جریر رحمۃ اللہ علیہ کہتے ہیں کہ جس حدیث کا ذکر امام یا فہمیؒ نے کیا ہے وہ صحیح ہے۔ اور اس سے کئی پوشیدہ فائزے اور مخفی نکات معلوم ہوتے ہیں۔

(۱) جن میں سے ایک یہ ہے کہ یہ غوث، قطب، ابدال، اوتاد وغیرہم سب اصطلاحی نام ہیں اور اس کی دلیل یہ ہے کہ ان میں سے بعض مثلاً ”ابدال کے بارے میں خلاف ہے۔ تو کبھی وہ ان ہی اصطلاحی ناموں کی تعداد میں ہوتے ہیں۔ اہل اصطلاح نے ان کے مناصب پر نظر ڈالی تو ان سے ابدال، نقار، بنجا، اوتاد، وغیرہم کے اصطلاحی ناموں کے ساتھ تعبیر کر دی۔ اور حدیث کی نظر ان کے دوسرے مراتب پر مرکوز رہی۔ بہر حال سب ان کی اس تعداد کے وجود پر متفق ہیں۔

(۲) اس کا مقنی یہ ہے کہ فرشتے انبیاء سے افضل ہیں لیکن فرد نش ذہ کو چھوڑ کر جہور اہل سنت و جماعت کا کلام اس دلالت کرتا ہے کہ انبیاء علیہم السلام ملائکہ سے افضل ہیں۔

(۳) اس کا مقنی یہ ہے کہ میکائیل علیہ السلام جبرائیل علیہ السلام سے افضل ہیں حالانکہ مشہور یہ ہے کہ

جبرائیل علیہ السلام اُن سے افضل ہیں۔ اور اس روایت کا تقاضا ہے کہ اسرائیل علیہ السلام اُن سب سے افضل ہیں جبکہ وہ نسبت میکائیل علیہ السلام کے تو ہیں ہی افضل، لیکن وہ جبرائیل علیہ السلام کی نسبت سے افضل ہیں یا نہیں، اس میں خلافت ہے۔ اور دلائل اس بابے میں دونوں طرف سے یکساں ہیں تو بعض کہتے ہیں کہ جبرائیل علیہ السلام افضل ہیں کیوں کہ وہ اُس از پر مطلع ہیں جو انبیاء و رسل علیہم السلام کی بارگاہوں میں پیغام بری کے ساتھ مخصوص ہے اور اُن حضرات کی خدمت و تربیت پر کمر بستہ ہیں، اور بعض کہتے ہیں کہ اسرائیل علیہ السلام افضل ہیں، کیوں کہ وہ تمام مخلوق کے راز پر مطلع ہیں۔ اس لیے کہ لوح محفوظ کے تمام نقوش ان کی پیشانی پر رقم ہیں۔ اور کوئی دوسرا (ان کی وساطت کے بغیر) اس پر مطلع نہیں ہو سکتا۔ اور حضرت جبرائیل علیہ السلام اور دوسرے لوح محفوظ کے اسرار ان سے سیکھتے ہیں، اور وہ اپنے نژد میں ضرور کوئی کمرے قیامت کا نظارہ کر رہے ہیں کہ جب اس کے پھونکنے کا حکم ہو تو یہ اُس کو پھونکیں۔ جس کے نمبر میں سوائے ان کے جن کو اللہ تعالیٰ اس سے مستثنیٰ کرے، باقی ہر شے مڑ جائے۔“

دامخ ہو کہ میرے علم میں نہیں کہ قابلِ اعتماد محدثین نے اس حدیث کی تخریج فرمائی ہو لیکن متعدد ایسی حدیثیں مروی ہیں جو اس حدیث کی بہت سی باتوں کی تائید کرتی ہیں، اس کے بعد علامہ نے اُن احادیث کو ذکر کیا ہے اور پس انہیں سن کر فرمایا کہ ابدال کی تعداد کے بارے میں محدث ابو نعیم، اور امام احمد کی حدیثوں میں کوئی مخالفت نہیں کیوں کہ گروہ ابدال پر کسی ناموں کا اطلاق ہو رہا ہے۔ جیسا کہ آگے آنے والی احادیث سے ان کی علامات اور صفات کے بارے میں اختلاف معلوم ہوتا ہے، یا اس اختلاف کو رفع کرنے کی دوسری ضرورت یہ ہے کہ وہ کسی زمانے میں چالیس اور دوسرے دور میں تیس ہوا کرتے ہیں۔ لیکن اس جواب اور حل اشکال کی اُس روایت سے تخلیط ہوتی ہے جس میں یہ فرمایا گیا ہے کہ ان کی تعداد چالیس سے کم نہیں ہوتی۔ (انتہی)

اور جو کچھ ہم پہلے کہہ چکے ہیں، اس کلام سے اُس کی تائید ہوتی ہے، اور علامہ نے اس ضمن میں اپنے بعض مشایخ و اساتذہ کے ساتھ اپنے ایک واقعہ و سرگزشت کا ذکر فرمایا ہے۔ جس کے یہاں ذکر کرنے میں بھی کوئی عرج نہیں۔ (اور وہ واقعہ یہ ہے کہ) علامہ کی کہتے ہیں کہ ان اقطاب نقباء دین ہم کی تفتیش کے سلسلے میں مجھے اپنے بعض مشایخ و اساتذہ کے ساتھ ایک عجیب بات پیش آئی اور وہ

یہ کہ میری تربیت اسی طائفہ کے بعض ایسے لوگوں کے غُردوں میں ہوئی تھی جو خوف و اندیشے اور طاقت شے
 علم و محظوظ تھے۔ تو میرے نزدیک ان کے کلام کی بڑی عظمت ہی کیوں کہ اُس نے سِرکول کو خالی پایا تھا تو
 پھر وہ اس میں جاگزیں ہوتا چلا گیا، پھر جب میں نے علوم ظاہری کی تحصیل شروع کی تو میری عمر قریباً چودہ سال کی ہو گئی
 تھی میں محض، ابی شجاع (کتاب کا نام ہے) اپنے شیخ ابو عبد اللہ جن کی برکت اور عبادت گزاری پر سب کا اتفاق ہے
 یعنی سب لوگ ان حضرت کی ان صفات کو تسلیم کرتے ہیں، کے پاس پڑھ رہا تھا۔ اور ہمارے ان اُستاد صاحب کو
 شیخ محمد الجومینی نے جامع ازہر، مصر میں جو کہ اللہ کے فضل سے محفوظ ہے، تعلیم دی تھی، (یعنی علامہ جومینی سے
 شیخ الشیخ اور اُستاد اُستاز مجتبیٰ) اس کے بعد میں کچھ عرصہ تک مسلسل علامہ جومینی کی خدمت میں رہا۔ تو ایک
 روز ان کی مجلس میں قُلب، بخار، نقباء ابدال، وغیرہم کے بارے میں کلام چل نکلا۔ تو شیخ جومینی نے بڑی
 سختی سے اُن حضرات کے وجود سے انکار کیا اور کہا کہ یہ سب کچھ بے حقیقت ہے۔ اور اس سلسلے
 میں حضور نبی کریم علیہ السلام سے کچھ بھی ثابت نہیں ہے۔ تو میں نے ان سے کہا جبکہ میں تمام حاضرین
 مجلس میں کہہ رہا تھا کہ اللہ کی پناہ، اس نے جو کچھ آپ کہہ رہے ہیں اور ایک حقیقت ثابت ہے انکار کر رہے
 ہیں۔ بلکہ ان اہل اللہ کا وجود تو بالکل سچ اور حق ہے کہ جس میں کسی شک و شبہ کی گنجائش ہی نہیں۔ اس لیے
 کہ ادیان اللہ نے اس کی خبر دی ہے اور وہ حضرات جھوٹ سے محفوظ ہیں۔ اور اس بات کے
 نقل کر رہا ہوں میں اہم یا فعی رحمۃ اللہ علیہ بھی ہیں۔ اور وہ تو علوم ظاہری اور باطنی دونوں کے جامع تھے،
 لیکن میرے اس کلام سے شیخ کا انکار اور مجھ پر سختی اور بڑھ گئی، تو میرے لیے سوائے خاموشی کے کوئی
 چارہ نہ رہا۔ چنانچہ میں خاموش ہو گیا، اور میں نے اپنے دل میں کہا کہ میری مدد حمارے شیخ، شیخ الاسلام
 دالمسین، امام الفقہاء والعارفین، ابو یوسف ذکریا الانصاری، کے سوا کوئی نہیں کرے گا۔ اور میری یہ عادت
 تھی کہ میں شیخ محمد جومینی کی لائٹنی پکڑ کر (یا ہاتھ پکڑ کر) ان کو باہر لے جایا کرتا تھا۔ کیوں کہ وہ نابینا تھے
 اور میں اور وہ شیخ مذکور یعنی شیخ الاسلام ذکریا کی خدمت میں جایا کرتے تھے۔ کہ شیخ جومینی، شیخ
 الاسلام کی خدمت میں سلام عرض کرنے کی غرض سے حاضری دیا کرتے تھے، چنانچہ میں اور شیخ محمد
 جومینی (ہمارے اس مکالمہ مذکورہ کے بعد جب) شیخ الاسلام کی خدمت میں حاضری دینے جا رہے تھے

مہر جب ان کے مقام کے قریب پہنچے، تو میں نے شیخ جوینی سے کہا ”کیا خراج ہے کہ میں شیخ الاسلام سے قطبِ در اس سے کم درجہ اولیاء اللہ کے مسئلے کا ذکر کروں تو پھر ہم دیکھیں گے کہ ان کے پاس اس بابے میں کیا ہے۔ تو پھر جب ان کی خدمت میں پہنچ گئے تو وہ شیخ جوینی کی طرف متوجہ ہوئے اور ان کا بہت زیادہ اکرام فرمایا۔ اور ان سے دعا کی درخواست بھی کی، پھر مجھے بہت سی دعائوں سے نوازا۔ جن میں سے ایک یہ تھی کہ ”اے اللہ اس کہ دین میں فقیر بنا،“ اور وہ مولانا میر سیالوی بھی دعائیں لگا کرتے تھے، پھر جب شیخ الاسلام ذکرِ یاکلام مکمل ہو گیا، اور شیخ جوینی نے واپسی کا ارادہ کیا تو میں نے شیخ الاسلام سے کہا کہ میرے آقا۔ قطب، اوداد، بخار، ابدال، وغیرہم جنکا ذکر صرفاً کرام کیا کرتے ہیں، کیا وہ حقیقت میں موجود ہیں۔ تو انہوں نے فرمایا کہ ہاں، خدا کی قسم، اے بیٹے، وہ موجود ہوتے ہیں، تو میں نے ان سے عرض کیا، میرے آقا۔ شیخ تو! اور میں نے شیخ جوینی کی طرف اشارہ کیا۔ اسی کا انکار کرتے ہیں۔ اور جس نے بھی ان کا ذکر کیا ہے ان کی سختی سے تردید کرتے ہیں، تو شیخ الاسلام نے فرمایا۔ اے شیخ محمد، کیا بات اسی طرح ہے جس طرح یہ لڑکا بنا رہا ہے۔ اور آپ نے اپنا یہ سوال شیخ جوینی سے مکرر دہرایا۔ یہاں تک کہ شیخ محمد جوینی نے کہا کہ ”یا مولانا شیخ الاسلام آنت بذاک وصدت بہ و قد ثبت“ میں ان اولیاء اللہ کے وجود پر ایمان لایا اور میں اس کی تصدیق کرتا ہوں۔ اور میں نے اپنے پہلے خیال سے توبہ کر لی ہے،“ تو اس پر شیخ الاسلام نے فرمایا ”کہ ہاں آپ کے متعلق یہی گمان تھا، (آپ سے یہی توقع تھی) اے شیخ محمد! اور پھر ہم اٹھ کر چلے آئے اور جو حرکت مجھ سے سرزد ہوئی تھی اس کی بنا پر شیخ جوینی نے مجھ پر کوئی عتاب نہیں فرمایا (انتہی کلام شیخ)

اور کتاب ”الاجوبۃ المضمۃ، غن الاصلۃ المبرقۃ“ میں شیخ الشانخ اسماعیل جملونی، نے

”سیرتِ حبیبہ“ سے نقل کرتے ہوئے لکھا ہے کہ حضرت معاذ بن جبل رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت

ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ ”تین شخصیں ایسی ہیں کہ جس کے اندر وہ پانی جاتی ہیں

تو وہ اللہ تعالیٰ کے اُن ابدال بندوں میں سے ہے جن کے ذریعے دنیا اور دنیادلوں کا نظام قائم ہے

جن میں سے پہلی خصلت (۱)، رضائے الہی کا حصول، (۲) دوسری عورات الہیہ سے باز رہنا، (۳) اور اللہ تعالیٰ کی ذات اقدس کے لیے کسی پر غصہ کرنا، اور محدث ابو نعیم کی کتاب ”حلیہ“ میں ہے کہ جو کوئی بزدل پس منہ یہ دُعا مانگا کرے تو اُس کو ”بدال“ میں سے کھلایا جائے گا۔ وہ دُعا یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ اُتِّیْتُ مُحَمَّدًا، اَللّٰهُمَّ فَرِّجْ اَلْکُرَاتِ عَلٰی اُمِّتِ مُحَمَّدٍ، اَللّٰهُمَّ اَرْزُقْ اُمَّتَ مُحَمَّدٍ، (صلی اللہ علیہ وسلم) (ترجمہ) اے اللہ اُمّتِ محمدیہ کی اصلاح فرما اور پس کو سنوار دے، اے اللہ اُمّتِ محمدیہ کے غم اور دشواریوں کو دور فرما، اے اللہ اُمّتِ محمدیہ پر رحم فرما، (انتہی کلام)

(اس کی تشریح، علامہ شبیر اُمّی، نے ”مواعظ“ کے حواشی میں فرمایا ہے کہ یہ جو فرمایا گیا ہے کہ دُعائے مذکورہ پڑھنے سے ابدال ہو جائے گا تو اس کا مطلب یہ ہے کہ وہ وصف، صفت، سنگت اور معیت میں ان کی مثل ہو جائے گا۔ کہ قیامت کے روز اُس کا حشر اُن ابدال کے ساتھ ہوگا اور پس کا مطلب یہ نہیں کہ وہ ذاتی طور پر اُن جیسا اور بالکل بعینہ ابدال ہو جائے گا۔ تو ہماری اس تشریح سے یہ سوال اُٹھ گیا اور رفع ہو گیا کہ اس روایت میں تو فرمایا گیا ہے کہ جو بھی یہ دُعا مذکورہ تعداد سے پڑھے تو ابدال ہو جائے گا۔ تو اگر بالفرض کوئی ایسا آدمی پڑھنے لگ جائے جس کی کثیر اولاد ہو، تو کیا پھر بھی وہ اس کے پڑھنے سے ”بدال“ بن جائے گا۔ جب کہ یہ کہا گیا ہے جیسا کہ اس کتاب میں بھی پہلے لکھا جا چکا ہے کہ ”بدال“ کی اولاد نہیں ہوا کرتی، (تو جواب کا حاصل یہ ہوا کہ اس کا دُعا کا پڑھنے والا بالکل بعینہ ابدال تو نہیں ہو جاتا تا کہ سوال وارد ہو سکے بلکہ وہ بعض صفات میں اُن کے ساتھ مشابہ ہو جایا کرتا ہے۔ واللہ تعالیٰ اعلم، وعلیہ السلام وادھم)

(انتہی)

تیسرا باب

قُطْبُ دُغُوْث، اَللّٰهُ تَعَالٰی ہِمِیْسِ اِس کے ذریعہ سے نفع پہنچا۔

کے بعض حالات کے بیان میں

پہلے ایسا کلام لکھا جا چکا ہے جس سے یہ مہم ہوتا ہے کہ قطب کا مسکن مکہ معظمہ یا مین ہے۔ اُن ظاہر یہ ہے کہ یہ بعض اوقات کے اعتبار سے یا اقطاب اکثر اوقات کے اعتبار سے ہے، اور اس کی تائید اُس کلام سے ہوتی ہے جس کو امام، عارف، سیدی عبدالوہاب شعرائی نے اپنے شیخ عارف، ذوالامداد الربانی، سیدی علی الخواص سے اپنی کتاب ”الجواهر والدرر“ میں نقل کی ہے۔ مچانچہ امام شعرائی فرماتے ہیں کہ ”میں نے اپنے شیخ اللہ تعالیٰ اُن سے (راضی ہو، سے عرض کیا کہ ”کیا قطب دغوث ہمیشہ مکہ میں مقیم ہوتا ہے جیسا کہ کہا جاتا ہے۔ تو شیخ رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ ”قطب کا قطب ہمیشہ حضرت حق تعالیٰ کے طواف میں رہتا ہے۔ (یعنی بارگاہ الہی کے) اور اُس کی حضورِ می سے باہر نہیں نکلتا، جیسا کہ لوگ بیت اللہ شریف کا طواف کرتے ہیں۔ تو وہ ہر جہت میں، اور ہر جہت سے حق تعالیٰ کی حضورِ می میں حاضر رہتا ہے، اور اس کے نزدیک حق تعالیٰ شانہ کے لیے کسی لحاظ سے بھی تمیز۔ (مکان میں ہونا) نہیں ہے۔ جیسا کہ لوگ کعبہ کے گرد گھومتے ہیں، اور اللہ تعالیٰ کے لیے اعلیٰ صفت ہے کیوں قطب دغوث وہ سب کچھ حق تعالیٰ سے حاصل کرتا ہے جس کو اللہ تعالیٰ مخلوق پر ظاہر کرنا چاہتا ہے۔ خواہ وہ بلاؤا زائش ہو یا امداد، تو اُس کا ہمیشہ واردات کے ثقل و برجہ سے چھٹا جاتا ہے۔ اور اس کا جسم تو وہ مکہ معظمہ یا کسی اور مقام کے ساتھ محقق نہیں۔ بلکہ وہ وہیں رہتا ہے جہاں اللہ تعالیٰ چاہے، (امام شعرائی فرماتے ہیں کہ) میں نے اپنے شیخ کو (مزید) یہ فرماتے سنا ہے کہ تمام شہروں سے اکل جودام

لغات :- تصدع الشیء، پھٹنا، (مفتاح)

یعنی مکہ ہے اور تمام گھروں سے اکمل نیت الحرام یعنی نیت اللہ ہے۔ اور ہر زمانے میں ستاری مخلوق سے اکمل قطب ہے، ترکہ منظرہ اس کے جسم کی نظیر ہے، اور کعبہ اس کے قلب کی نظیر ہے، اور مخلوق کو ان کی استعداد کے مطابق خدائی امداد قطب ہی سے حاصل ہوتی ہے۔ (یعنی مخلوق کو براہ راست خدا تعالیٰ سے نہیں بلکہ قطب کے واسطے سے خدائی امداد حاصل ہوا کرتی ہے) اور خدائی امداد کا اکثر حصہ مکہ ہی میں اُترتا ہے، جس کی دلیل یہ قول ہے باری تعالیٰ کا ”وَجَعَلْنَا آيَةً ثَمَرَاتِ كُلِّ شَيْءٍ ۖ اَلَا يَرٰ - پارہ ۲۰، انقص آیت ۵۷۔ اور کچھ پلے آتے ہیں اس کی طرف ہر قسم کے پھل۔“

بالخصوص اس کے لیے جو دہاں احرام باندھ کر دُور دراز سے آئے۔ کیوں کہ خدائی امداد نیچے پرہس وقت اُترتی ہے جب کہ وہ اپنی نیکیوں کے دیکھنے سے خالی ہو جاتے، یعنی اپنی نیکیوں کو نہ دیکھے، اور فقیر و محتاج ہو جائے، کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ”اِنَّمَا الصَّدَقَاتُ لِلْفُقَرَاءِ وَالدَّالِّينَ ۚ“ (پارہ ۱۰) صدقے تو بس محتاجوں اور سکیںوں کے لیے ہیں۔“

اسی لیے حدیث میں آیا ہے کہ ”جو آدمی حج کرے اور اُس دوران کوئی بے حیائی کی بات نہ کرے، اور نہ کوئی نافرمانی کرے تو وہ اس طرح اپنے گناہوں سے نکل آتا اور پاک ہو جاتا ہے، جیسا کہ اُس کی ماں نے آج ہی اُسے جنم دیا۔“ (حدیث کا ترجمہ ختم ہوا) تو اس سے معلوم ہوا کہ آدمی وہاں گویا نئے سرے سے جنم لیا کرتا اور پیدا ہو جاتا ہے، اور بسا اوقات بعض لوگوں کی نیکیاں اُس پاک مقام کے لحاظ سے گناہوں کی طرح ہوتی ہیں۔“

(امام شمرانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ کی خدمت میں اس موقع پر عرض کیا کہ) کیا کوئی دلی قطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے اخلاق کا احاطہ کر سکتا ہے، تو حضرت شیخ نے فرمایا کہ ”بہت کم ادیار قطب کو پہچانتے ہیں، چہ جائیکہ کوئی دلی اُس کے اخلاق کا احاطہ کر سکے، (یعنی ہر دلی تو قطب کو پہچانتا ہے کہ قطب کون ہے اور پھر اس کے اخلاق کا احاطہ کرنا اور اپنے اندر سمونا، اور ان کا اپنا تا تو بڑی بات ہے)

بلکہ بعض حضرات نے تو یہاں تک فرمایا ہے کہ قطب غوث کو دیکھنے والا صرف اپنی امت کے مطابق دیکھ سکتا ہے، (یعنی اُن کو اصلی شکل میں نہیں دیکھ سکتا) (انتہی)

اور اہم شرابی نے یہ بھی فرمایا ہے کہ میں نے اپنے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے قطب کی مدت کے بارے میں بھی دریافت کیا تھا کہ جب کوئی ولی قطب بن جایا کرتا ہے تو پھر اُس کی قطبیت کے لئے کوئی عرصہ متعین ہوتا ہے کہ وہ اُس وقت تک ہی قطب ہے گا، اور کیا کسی قطب کو اپنے ہمدرد سے معزول کرنا بھی صحیح ہے یا کہ وہ اپنی وفات تک اپنے منصب پر قائم رہتا ہے اور صرف وفات ہی معزول ہو سکتا ہے، تو اس کے جواب میں حضرت شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ ”ایک جماعت کا عذر یہ ہے کہ قطب کی مدت بھی دوسری دلائیموں کی طرح ہی ہوتی ہے کہ اس کا مالک جب تک اللہ تعالیٰ چاہے اس پر قائم رہتا ہے پھر معزول ہو جاتا ہے، اور جو کچھ میں کہتا ہوں اور پھر دنیا میں اس کا تحقق اسی کے مطابق ہے وہ یہ ہے کہ قطبیت کے لئے کوئی مدت معین نہیں اور جب کوئی ایک دفعہ قطب بن جائے تو پھر وہ موت ہی سے معزول ہوتا ہے۔ کیوں کہ عدل و انصاف کے دائرے سے تو وہ باہر قدم رکھتا نہیں تاکہ اُسے معزول کیا جائے، فرمایا کہ اس کی وضاحت یہ ہے کہ فروع اصول کے تابع ہوتے ہیں۔ اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم قطبیت کبریٰ کے مقام پر اپنی رسالت کی مدت بھر جو تیس سال تھی بنا برامع قول کے قائم و قائز ہے۔ اور سب کا اس پر اتفاق ہے کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے کوئی افضل نہیں اور وہ بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے خلیفہ کی حیثیت سے دو سال اور قریباً چار ماہ اپنی خلافت پر فائز ہے، جبکہ آپ اس امت کے پہلے قطب تھے۔ اور پھر ان ہی حضرت عمرؓ، حضرت عثمانؓ اور حضرت علیؓ رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین، اپنی اپنی خلافت کی مدت میں احقر دم تک مقام قطبیت پر فائز رہے ہیں اور اُن کے بعد آنے والے خلفائے مہدی علیہم السلام نے ظہور تک جو کہ خلفاءِ محمدیہ میں سے آخری قطب ہونگے، سب اپنے اپنے دور میں دم و ایس تک مقام قطبیت پر قائم رہیں گے، پھر اہم مہدی علیہ السلام کے

بعد اپنے وقت کے قطب اور اللہ تعالیٰ کی زمین میں اللہ کے خلیفہ عیسیٰ بن مریم علیہ السلام آسمان سے اتر کر چالیس سال تک خلافت کے منصب اور قطبیت کے عہدہ پر فائز رہیں گے، جیسا کہ ائمہ شریعہ میں آچکا ہے، تو قیوم کے طور پر اس سے یہ معلوم ہوا کہ عہدہ قطبیت کے لیے مدت کا معین نہ ہونا ہی حق ہے، اگرچہ قطبیت کا بارگراں اس مقام پر فائز شخص یعنی قطب پر پہاڑ کی مانند ہوتا ہے، مگر اللہ تعالیٰ کی اعانت ہی سے وہ اس مقام پر قائم رہتا ہے۔ اور اس مقام کے ثقل اور بوجھل ہونے کی وجہ یہ ہے کہ آسمان زمین کی ہر بلا سب سے پہلے قطب ہی پر نازل ہوتی ہے پھر اس کے بعد کسی دوسری چیز پر اس کا ورد ہوتا ہے، یہی وجہ ہے کہ ہمیشہ اس کو اس حد تک دردِ سر لاحق رہتا ہے کہ گویا کوئی آدمی اس کے سر پر ضربیں لگا رہا ہے، جس سے اُس کا سر دن رات اڑا جا رہا ہے۔ حضرت شیخ علی الخواص نے مزید فرمایا کہ شیخ ابی النجا سالم، جو کہ شہر ”وہ“ میں مدفون ہیں، کے متعلق ہمیں یہ معلوم ہوا ہے کہ وہ مقام قطبیت پر صرف چالیس دن ہی فائز رہے تھے اس کے بعد ان کا انتقال ہو گیا، اور بعض کہتے ہیں کہ وہ صرف دس دن اس عہدہ پر قائم رہے اور اسی قسم کی خبر شیخ ابو مدین مغربی سے متعلق بھی ہمیں پہنچی ہے۔ امام شعرانی کہتے ہیں کہ میں نے اپنے شیخ سے دریافت کیا کہ ”کی قطب کا اہل بیت سے ہونا شرط ہے جیسا کہ بعض لوگ کہتے ہیں؟“ تو آپ نے جواباً ارشاد فرمایا کہ ”یہ کوئی شرط نہیں ہے کیوں کہ یہ تو ایک دہی طبر ہے اللہ تعالیٰ جس کو چاہتا عطا فرمادیتا ہے۔“ (نسب کے لحاظ سے شریع، اور غیر شریع دونوں میں یہ عہدہ قطبیت ہوتا ہے۔“ (انتہی) (فصل)

مذکورہ بیان سے آپ نے جان لیا ہو گا کہ قطب کٹر لوگوں سے پوشیدہ رہتا ہے۔ اور لوگوں میں سے جو افراد کے مقام پر فائز ہوتے ہیں وہی اُس پر صلح ہوتے ہیں۔ اور وہ قطب جن واردات کا متحمل ہوتا ہے اُن کی غفلت، اور اس کے بوجھ کے بھاری ہونے کہ دوسری مخلوقات جس کی غفلت نہیں ہو سکتی۔ اور مصیبت و وقار کے اُس لباس کی غفلت جو اللہ تعالیٰ نے اُسے پہنا رکھا ہوتا ہے کی وجہ سے گویا آنکھیں اس کے دیکھنے کی طاقت و سکت ہی نہیں رکھتیں، اور امام شعرانی نے اپنی

کتاب مذکورہ میں اس کو بیان فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ ہمارے شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا ہے کہ اگر اذیاء اللہ قطبِ وقت کے ساتھ اکٹھے بھی نہیں ہو سکتے، اور اس کو پہچانتے بھی نہیں۔ دوسرے لوگوں کا تو ذکر ہی کیا، کیوں کہ قطب کا تو حال ہی خوار و پوشیدگی ہے۔ اور اگر وہ کسی شخص کے سامنے آ بھی جائے تو وہ سر اٹھا کر اُس کے چہرے کی طرف دیکھنے کی جرأت اُس وقت تک نہیں کر سکتے گا جب تک وہ اُس کے اہل نہ ہو۔ چنانچہ لوگ ایک شخص کو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں لائے تھے تو وہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی ہیبت سے کانپنے لگا۔ تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اُس سے فرمایا اپنے اوپر سے بوجھ کو ہٹا کر سیکڑوں کہ میں تو ایک ایسی عورت کا بیٹا ہوں جو خشک کیا ہوا گوشت کھایا کرتی تھی (پھر مجھے دیکھ کر تم گھبرا کیوں گئے ہو، سبحان اللہ، یہ عاجزی و تواضع تھی ہمارے آقا و مولیٰ، کائنات کی جان، حکیم کائنات، متصرف و مختار کل، عرشِ بہمان صلی اللہ علیہ وسلم کی، کردوں بارگاہ ہر آپ پر اور اربوں دفعہ سلام) یہ تو حال ہے اس شخص کا جس نے رحمت عالم صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھا تھا باوجودیکہ آپ کے اخلاق کریمانہ میں تواضع بہت زیادہ تھی اور قطبِ یقینی طور پر زمین میں آپ کا نائب ہوتا ہے، (تو پھر اس کو دیکھنا بھی آسان کام نہیں) میں کہتا ہوں کہ سید، شریف، شیخ، شرف الدین، عالم و صالح نے مہربان اللہ تعالیٰ اُس کو آفاتِ زمانہ سے محفوظ رکھے، خطاب کے دوران حکایت بیان کی تھی۔ کہنے لگے کہ مجھ سے میرے آقا شیخ عثمان نے، جو بہت بڑے مقرر تھے، حکایت بیان کی تھی کہ انہوں نے جب اپنے شیخ عارف باللہ، سیدی ایشع ابوبکر القدوسی رحمہ اللہ تعالیٰ کی معیت میں حج کیا تھا۔ تو اس موقع پر میں نے ان سے درخواست کی تھی کہ وہ مکہ معظمہ میں قطبِ وقت سے میری ملاقات کرا دیں، تو وہ فرمانے لگے عثمانؒ تم اُس کو دیکھنے کی طاقت نہیں رکھتے ہو، تو شیخ عثمان نے اپنے شیخ کو زرم اور مقامِ ابراہیم کے درمیان اللہ کا واسطہ دے کر کہا کہ وہ اُن سے اس کی ضرور ملاقات کرا دیں، تو اس پر اُن کے شیخ قدوسی نے

لغات: ۱۰۰، ہون۔ تھوینا، علی لار۔ زرم و ہلا کرنا۔ (۲) الحیدر، کاٹا ہوا اور خشک کیا ہوا گوشت۔

کہا کہ اچھا پھر یہاں سے اٹھنا نہیں تاوقتیکہ قطب آجائے۔ تو اب شیخ عثمان کا سر لگا بھاری دبوچل ہونے، یہاں تک کہ اُس کی ڈاڑھی اُس کے رانوں کے درمیان تک پہنچ گئی اور یہ سب کچھ قطب کا بوجھ نہ سہا رکھنے اور شیخ عثمان کی مغلوبیت کی وجہ سے تھا۔ چنانچہ اب قطب صاحب آگئے اور آکر بیٹھ گئے، اور شیخ ابو بکر کے ساتھ کافی دیر تک باتیں کرتے رہے، پھر اُن سے قطب نے کہا کہ ”عثمان“ کو نیکی دھلائی کی تاکید کروں اگر اس کی زندگی نے وفا کی تو یہ اللہ کے خاص مردوں میں سے ہوگا، پھر جب قطب صاحب جانے لگے تو آپ نے سورہ فاتحہ اور۔

- بِلَا یَافِ قَرِیش، پڑھی، پھر واپس تشریف لے گئے۔ اور شیخ ابو بکر چند قدم چل کر اُن کو رخصت کرنے اُن کے ساتھ گئے۔ پھر واپس آکر کافی دیر تک اپنے مرید عثمان کی گردن دبا دے رہے یہاں تک اس میں ان کی بات سننے کی استطاعت پیدا ہو گئی، تو اب اُس سے خطاب کر کے فرمانے لگے ”عثمان“ قطب وقت کی صرف باتیں سن کر تہا را یہ حال ہو گیا ہے، تو پھر اگر تم اُس کے جسم کو دیکھ بھی لیتے تو پھر کیا ہوتا، (اس کلام سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ شیخ عثمان نے قطب کو دیکھا نہ تھا صرف اس کی باتیں سنی تھیں، تو وہ اُس کی نظروں سے اوجھل رہے کیوں کہ ہر کوئی قطب کو دیکھ نہیں سکتا۔ اس کے شیخ عثمان کسی شخص سے اُس کی ملاقات کے بعد اُس وقت تک اُس سے علیحدہ نہیں ہوتے تھے جب تک کہ قطب سے نئے ہوئے کلمات سورہ فاتحہ، اور سورہ قریش کو بطور تبرکات قطب کے طریقہ و سیرت کی پیروی کرتے ہوئے پڑھ نہیں لیتے تھے۔ سو اب اس کو خوب ذہن نشین کر رکھو۔۔۔ سیدی الشیرانی کا کلام ختم ہوا۔

اور علامہ شیخ محمد توبری نے ایک سوال کے جواب میں جو اس بارے اُن سے پوچھا گیا تھا، فرمایا کہ اہم نکتہ فہی نے ”اللہ تعالیٰ ان کے فیعلے ہمیں نفع پہنچائے“ اپنی کتاب ”کفایت المتعذر“ میں اُس کلام کی اثنا میں جس کو انہوں نے بعض عارفین سے نقل کیا تھا، فرمایا کہ ”قطب“ جو غوث ہی ہوتا ہے، کے حالات، اللہ تعالیٰ کی اُس بزرگوار کی وجہ سے عوام و خواص سے مخفی رکھے گئے ہیں، ابنہ اتنی بات اُس کے حالات سے معلوم ہے کہ وہ عالم، جلیل، بوقوت،

عقل مند، تارک، آخذ، یعنی چھوڑنے والے، لینے والے، قریب، بعید، دور و نزدیک، نرم، سخت، مامون و بے خوف اور خوفزدہ، غرض کہ اپنی تمام عبادتیں اور ایک نظر سے دیکھا کرتا ہے۔ (یہ ترتیب کی بات ہوئی) اور اوتاد کے حالات اللہ تعالیٰ نے خاص کے کھول دیئے ہیں، اور ہے ”ابدال“ تو ان کے حالات خواص اور عارفین پر ظاہر کر دیئے۔ اور ”نقار“ اور ”نقار“ کے حالات عوام سے خصوصیت کے ساتھ پوشیدہ رکھے ہیں۔ اور ان میں سے بعض کے حالات دوسرے بعض پر منکشف و سرا دیئے۔ اور ”صالحین“ کے حالات عوام و خاص سب پر کھول دیئے ہیں، (اور اس میں حکمت یہ ہے۔ لِنَقِضِی اللّٰہُ اَمْرًا لَّانْ مَّعْکُؤْ لَا یُذِیْ) الا یہ۔ پارہ ۱۰ الانفال، آیت ۴۴۔ ترجمہ: تاکہ کر دکھائے اللہ تعالیٰ وہ کام جو ہو کر رہنا تھا: (انتہی)

چوتھا باب

اس چیز کے بیان میں جو قطب پر نازل ہوا کرتی ہے، اور اس بیان میں کہ جو کچھ اُس پر وارد ہوتا ہے، وہ اُس میں کس طرح تصرف کیا کرتا ہے

امام عبداللہ اب شمرانی نے اپنی کتاب ”الجمہر والذکر“ میں لکھا ہے کہ ”میں نے اپنے شیخ (علی الخراسانی) رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے عرض کیا کہ مخلوقات پر جو آفات و بلیات نازل ہوتی ہیں، (ان کے نازل کی کیفیت کیا ہوتی ہے) آیا یہ پہلے پہل قطب وقت پر نازل ہوتی ہیں اور پھر مخلوق میں بکھیر دی جاتی ہیں جس طرح کہ آفات اور امداد الہی ابتدا میں قطب وقت پر نازل ہوتی ہے اور پھر وہاں سے مخلوق میں تقسیم کر دی جاتی ہے۔ یا کہ دوسری مخلوقات سے قبل قطب وقت پر مفاضت صرف نعمتوں کے ساتھ ہی مختص ہے۔ تو شیخ رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے فرمایا کہ وہ آفات جو تمام زمین والوں کے ساتھ مخصوص ہوتی ہیں، وہ پہلے قطب ہی پر نازل ہوا کرتی ہیں، پھر وہاں سے مخلوق پر ڈال جاتی ہیں، پھر جب کوئی قطب پر نازل ہوا کرتی ہے تو وہ خوف اور تسلیم و رضا کے جذبے کے ساتھ اس کا استقبال کرتی ہے، اور پھر اس کا انتظار کرتا ہے کہ اللہ تعالیٰ لوح محفوظ، اور اُس اثبات سے جو نہ رہا و آزاد کرنے کے ساتھ مخصوص ہے، کیا ظاہر فرماتا ہے۔ تو اگر وہاں سے محو و تبدیلی رونما ہو تو اللہ تعالیٰ کا فیصلہ نافذ ہو جاتا ہے اور قطب اپنے دربار کے فرمانوں اور خدائوں کے ذریعہ جو کہ لوگوں کو قریب خداوندی کے راستے پر چلانے والے

لغات: ”تغاضا“ استقبال کرنا، اطلاق رکھنا۔ شرح: آزاد چھوڑنا، اغاضا: وہ علامت جو فرامین کی پشت پر لکھا کرتے ہیں، جاری کر دینا، سندۃ: مجمع مدن، دربان و خادم۔ الافاضۃ: بکراؤل فیض دادن وغیرہ بسیار رسانیدن، دُر کر دینا، از منتخب، (غیاث اللغات) (فیض پہنچانا)

مچتے ہیں (قطب) ایسے طریق سے اُس فیصلہ خداوندی کا اجراء امتضا فرماتا ہے کہ ان (دربانوں) کو پتہ بھی نہیں چسپل پاتا کہ حکیم و معاملہ اُن پر قطب رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی بارگاہ سے ڈالا گیا ہے۔ اور اگر اس کا ثابت و بحال رکھنا اور نہ مٹانا ظاہر ہو تو ماتحت اولیاء اللہ میں سے بلحاظ تعداد اور بلحاظ نسبت جو اس کے زیادہ قریب مچتے ہیں، یعنی امین، تو وہ اس کے متحمل ہو جاتے ہیں۔ پھر وہ ان کے حوالے کر دیتے ہیں جو نسبت کے لحاظ سے اُن کے زیادہ قریب مچتے ہیں۔ جو کہ چار اوتاد ہیں۔ پھر تو یہی اس کا قطب کے تمام اہل دائرہ کی طرف ہوتا رہتا ہے۔ پھر بھی اگر وہ بلاؤ آفت مرتفع نہ ہو تو اوتاد، اور دوسرے غارین اس کو آپس میں بانٹ لیا کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ عام مومنین کے اشخاص پر بھی بٹ جاتی ہے، تو ان حضرات کے متحمل اور برداشت کی وجہ سے اللہ تعالیٰ اس کو اٹھایا کرتا ہے، اور بسا اوقات آدمی اپنے دل میں تشکیک محسوس کرتا ہے جس کی وجہ اور سبب کا اُس کو کوئی علم نہیں ہوتا۔ اور بعض لوگ اسے پریشان ہو جاتے ہیں کہ رات کو سو بھی نہیں سکتے، اور بعض پر غفلت طاری ہو جاتی ہے اور بعض اس قدر خاموش ہو جاتے ہیں کہ ایک حرف تک بولنے کی استطاعت نہیں رکھتے، تو لوگوں کے یہ حالات و حوادث اُس قدر قیامت کے سبب پیدا ہوتے ہیں جو اُن پر تقسیم کر دی گئی ہے۔ اور اگر اس کو ان سب میں تقسیم نہ کیا جاتا تو جن پر وہ بلا نازل ہوتی، آنکھ چپکنے میں نیست و نابود ہو جاتے۔ اسی لئے اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے کہ ”وَلَوْلَا دَفْعُ اللّٰهِ اَنْفُسَ بَعْضِهِمْ بِبَعْضٍ لَّفُضَّتِ الْاَرْضُ وَلَٰكِنْ اللّٰهُ ذُو فَضْلٍ عَلٰی الْعٰلَمِیْنَ“ - پارہ ۲۰۰۔ البقرہ۔ آیت ۲۵۱

(ترجمہ) اور اگر نہ بچاؤ کرتا اللہ تعالیٰ بعض لوگوں کا بعض کے ذریعہ تو برباد ہو جاتی زمین لیکن اللہ تعالیٰ فضل و کرم فرمانے والا ہے سارے جہانوں پر“ (الحاقہ) جب کہ ہم نے قطب کے معاملات اللہ تعالیٰ اُس کی برکتوں کو ہم پر لٹائے، انہیں کسی قدر اُن کی نظریں دکھائے، اور اُس کے عجیب و غریب حالات، اور نزاعی شان کے بارے میں کلام کیا ہے۔ جو کہ خلاف عادت باتیں ہیں اور سوائے

لغات :- ”تواتر“، ”توزیع“، ”تقسیم“، ”تلاشی“، ”تلاشی“، ”معدوم ہونا“، ”مغفل ہونا“

کہ نبی کا معصوم ہونا۔ اور ولی کے محفوظ ہونے کے معنی یہ ہیں کہ اگر کہیں وہ ذلت و لغزش اور خطائیں بڑھی جائے تو اللہ تعالیٰ ان میں زیادہ دیر تک ہنک رہے ہوں گے اس کو اس طرح محفوظ رکھتا ہے کہ اس کو توبہ کرنے کا الہام فرماتا ہے۔ تو وہ ان سے توبہ کر لیتا ہے، ورنہ یہ دونوں (لغزش و خطا) اس کی ولایت میں کوئی عیب پیدا نہیں کرتیں۔ جیسا کہ امام قسری نے اپنے رسالہ میں صاف بیان فرمایا ہے۔ اور اسی سلسلہ میں حضرت جنید بغدادی رحمۃ اللہ علیہ سے عرض کیا گیا تھا کہ اے ابوالقاسم (حضرت جنید رحمۃ اللہ علیہ کی کنیت ہے) فرمائیے کہ کیا عارف آدمی بھی زنا کرتا ہے۔ تو کافی دیر تک آپ نے سر کو جھکاتے رکھا پھر سر کو اُپر اٹھا کر فرمایا کہ ”اللہ کا حکم ایسا فیصلہ ہوتا ہے جو طے پاچکا ہوتا ہے“ اور امام ابوالقاسم کے رسالہ میں مزید یہ بھی لکھا گیا ہے کہ اگر یہ سوال کیا جائے کہ ولی پر اُس کی ہوش و بیداری کے وقت (حالت صحو میں) کیا غالب ہوا کرتا ہے۔ تو اس کا جواب یہ دیا جائے گا کہ اللہ تبارک و تعالیٰ کے حقوق کی ادائیگی میں اُس کی پچی ٹٹن اور پھر اُس کے تمام حالات میں مخلوق پر نرمی اور شفقت کرنا اور اُس کا تمام مخلوق کے لیے اپنی بہرہ داری کو بھلا دینا۔ اور لوگوں کی طرف سے کسی واقعی بات کو بہت اچھے طریقے برداشت کرنا، اور لوگوں کے اُس سے التماس کیے بغیر از خود اللہ تعالیٰ سے اُن پر احسان کرنیکی درخواست کرنا، اور مخلوق کی نجات کے لیے اپنی پوری محبت اور کوشش کو لگا دینا اور لوگوں سے کسی بات میں انتقام نہ لینا، اور اُن کے بارگاہ میں اپنے کینے کے بیدار ہونے سے بچے رہنا، اور ان کے مالوں سے اپنے ہاتھ کو کوتاہ رکھنا، اور لوگوں سے کسی قسم کا لاپرواہی نہ رکھنا، اور لوگوں کی برائی بیان کرنے سے اپنی زبان کو روکے رکھنا، اور لوگوں کی برائیوں کی محفل میں حاضری سے اپنے آپ کو بچاتے رکھنا، یا لوگوں کی بُری مجلسوں میں شریک نہ ہونا، اور لوگوں میں سے دنیا و آخرت کے اندر کسی کا دشمن اور مدِ مقابل نہ ہونا، تو یہ ہیں ایک پختہ ولی کی صفاتِ واقعیہ، خدا تعالیٰ ہمیں بھی پاکانِ اُمت

نکات: ۱۱، تمادیر، تمادی، طویل ہونا۔ (۲)، خلیا، زمانہ طویل۔“

کے فیصلہ یہ صفات نصیب فرماتے۔ آمین یا رب العالمین، بجاہِ سید المرسلین، صلی اللہ علیہ وسلم: ”انہما“

مُجْرَہ، کرامت، اہانت، معونت، اِرہاص، استدراج کا فرق۔

دافع ہر کہ غرقِ حادث کے طور پر جو افعال بندوں سے صادر ہوا کرتے ہیں۔ بعض علما نے ان کی صرف چار قسمیں بتائی ہیں جو یہ ہیں: ۱) مجرہ (۲) کرامت (۳) اہانت (۴) معونت، اور بعض نے دو کا اضافہ کر کے چھ بیان کی ہیں۔ چار تو یہی مذکورہ اقسام اور مزید دو یہ ہیں۔ (۵) اِرہاص، اور (۶) استدراج، تو اگر غرقِ حادث کے طور پر کسی فعل کا ظہور کسی ایسے بندے کے ہاتھ پر ہو جس کا ظاہری حال اچھا ہو اور انبیاء علیہم السلام میں سے کسی نبی برحق کی متابعت کا التزام کئے ہوئے ہو اور اس کے ساتھ اس کا اعتقاد صحیح، اور عمل صالح ہو تو یہ دو حال سے خالی نہیں۔ یعنی اس کی دو صورتیں ہیں کہ یا تو اس آدمی نے نبوت کا دعویٰ کیا ہو گا یا وہ نبوت کا مدعی نہیں ہو گا، تو اگر وہ نبوت کا مدعی ہو تو یہ مجرہ ہے۔ اور اگر نبوت کا مدعی نہ ہو تو یہ کرامت ہے۔ (تعریف میں قبور کے فوائد) تو ہم نے اس کی تعریف میں جو صحیح اعتقاد اور عمل صالح کی قید لگائی ہے۔ (یہ قید احترازی) اس استدراج اور مجبوتے لوگوں کی تکذیب کی تاکید کرنے والی باتوں مثلاً روایت ہے کہ سیدہ (لام کی زبرد کسرہ کے ساتھ) (کذاب) نے کسی یک چشم (کانے) کی آنکھ کے صیغہ درست ہونے کی دھاک (اور اس پر اپنا تھوک لگایا) مگر بجائے اس کے ٹھیک چہنے کے اس کی صیغہ درست آنکھ بھی نابینا ہو گئی تھی، اور اس نے کسی کنوئیں میں اس غرض سے اپنا تھوک ڈالا تھا تا کہ اس کے پانی کی صلاوت و شیرینی بڑھ جائے لیکن بجائے اس کے اس کا پانی بہت کھاری ہو گیا تھا۔ اور کسی یتیم کے سر پر ہاتھ پھیرا تو وہ گنجا ہو گیا تھا۔ اور اس قسم کی خلافِ عادت باتوں کو ”اہانت“ (اُدْ خذلان و نجات) کہا کرتے ہیں۔ (تو مجرہ و کرامت کی تعریفوں میں صحیح اعتقاد، اور عمل صالح کی قیود

لغات :- امور، کان، اُجا جا، اجاج۔ کھاری۔

سے استدراج، اور امانت کو نکالا گیا ہے، اور ان قیود کے ذریعہ مجوزہ، کرامت، استدراج، امانت، کے درمیان فرق و امتیاز ہو گیا ہے۔ جیسا کہ کرامت کی تعریف میں ”ولی کے ہاتھ پر ظاہر ہونے کی قید سے ”کرامت“ اور ”معونت“ میں فرق و امتیاز ہو گیا ہے۔ کہ اگر خوارقِ عادت افعال عام مسلمانوں کے ہاتھوں پر ان کو محنتوں اور دشوار کاموں سے بچھڑانے کے لیے ظاہر ہوں تو اس کو ”معونت“ کہتے ہیں، تو یہ چار قسمیں ہوتی ہیں، (۱) مجوزہ (۲) کرامت (۳) امانت (۴) اور معونت (۵) اور بعض متاخرین علماء نے دو اور قسموں کا اضافہ کیا ہے، (۵) ارباص، اور (۶) استدراج، ارباص کا معنی ہے تائیس یعنی دیوار کا پہلا زدہ رکھنا، (یہ اس کا لغوی معنی ہے) اور اس کا اصطلاحی مفہوم یہ ہے کہ ایسا فرقِ عادت کام جو مدعی نبوت کے ہاتھ اُس کے دعویٰ نبوت سے پہلے ظاہر ہو۔ جیسا کہ حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے قبل پتھر کا ان کو سلام کرنا، اور بادل کا اُن پر سایہ کرنا، اور ”استدراج“ یہ ہے کہ کوئی فرقِ عادت کام کسی فاسق و فاجر، مُلحد اور کافر کے ہاتھ پر ظاہر ہو اور وہ اُس کے دعویٰ کے مطابق ہو تو ایسا کام اگر بغیر کسی سبب کے ظاہر ہو تو یہ کہ استدراج کہلاتے گا جیسا کہ فرعون کے لیے جادو، اور اگر کوئی فرقِ عادت کام کسی سبب کے ساتھ ظاہر ہو تو یہ ”شعبۃ“ کہلاتا ہے۔ جیسا کہ شعبۂ بازوؤں کا سانپوں کو کھا جانا، جبکہ سانپ

الحاصل۔ یہ کل سات قسمیں ہیں کہ اگر کسی مرتب سے کوئی ایسا ناموجود یا تعجب خیز چیز صادر ظاہر ہو جائے جو عام طور پر عادتاً نہیں ہوتی تو اس کو کرامت کہتے ہیں، اس قسم کی چیزیں اگر انبیاء و علیہم السلام سے اعلانِ نبوت کرنے سے پہلے ظاہر ہوں تو ”ارِباح“ اور اعلانِ نبوت کے بعد ہوں تو وہ مجوزہ کہلاتے ہیں، اور اگر عام مرتب سے اس قسم کی چیزوں کا ظہور ہو تو اس کو ”معونت“ کہتے ہیں۔ اور کسی کافر سے کبھی اس کی خواہش کے مطابق اس قسم کی چیز ظاہر ہو جائے تو اس کو ”استدراج“ کہاجاتا ہے، اور اگر کوئی فرقِ عادت مدعی نبوت کے متعدد مدعیوں کے بالکل خلاف ظاہر ہو تو اس کو ”امانت“، خذلان و نکبت کہاجاتے ہیں۔ اور اگر کسی ظاہرِ فاسق آدمی سے اُس کے دعویٰ اور خواہش کے مطابق کوئی خلافِ عادت کام کسی سبب کے ساتھ ظاہر ہو تو وہ ”شعبۃ“ ہے۔

ان کو دس شے ہوتے ہیں مگر ان پر اس کا کچھ اثر نہیں ہوتا۔ اس کے بعد یہ بھی معلوم ہونا چاہیے کہ جو خرق عادت کام کسی عارفِ اولیٰ کے دستِ حقِ پڑھا ہر ہو تو اس کی دو حیثیتیں ہوا کرتی ہیں اب اس لحاظ سے کہ وہ اس ولی عارف کے ہاتھ پڑھا ہوا ہے۔ کرامت ہے۔ اور اس حیثیت سے کہ جس ولی عارف کے ہاتھ پر یہ کرامت ظاہر ہوئی ہے وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا امتی ہے۔ یہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کا معجزہ ہے، کیوں کہ ولی نے جو کام بطور کرامت کر کے دکھایا ہے۔ اس سے تو یہی ظاہر ہو گا کہ یہ سچے دین پر ہے اور اس کا دین رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی تصدیق و اقرار کے ساتھ ساتھ ان کے ادا و رد نہیں، کی اطلاع ہی تو ہے، اگر یہی ولی اپنے استقلال اور رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیروی نہ کرنے کا مدعی ہو تو پھر نہ تو وہ ولی ہو گا اور نہ ہی یہ خلافِ عادت کام اس سے ظہور پذیر ہو گا، الغرض خرقِ عادت کام ”نبی“ کی نسبت سے ”معجزہ“ ہی ہے خواہ بلا واسطہ بنفسِ نفیس اس کی ذات سے ظاہر ہو یا اس کی امت کے افراد میں سے کسی فرد عارف و صالح سے ظاہر ہو۔ اور یہ خرقِ عادت کام ولی کی نسبت سے جس کے ہاتھ پڑھا ہوا ہے ”کرامت“ ہی ہے۔ کیوں کہ جس کے ہاتھ پر یہ ظاہر ہوا ہے وہ نبوت کا تو مدعی ہی نہیں، (اور معجزہ کے لئے تو دعویٰ نبوت شرط ہے) اور نبی کے لئے یہ ضروری ہے کہ اس کو اپنے نبی ہونے کا علم ہو۔ اور یہ بھی کہ وہ خوارقِ عادات امور کو اپنے قصد و ارادہ سے ظاہر کرے۔ نیز معجزات سے جو چیز ثابت ہو اس پر اس کا قطعی اور یقینی حکم لگانا بھی اس کے لئے ضروری ہے۔ بخلاف ولی کے کہ اس کے لئے یہ ضروری نہیں۔ جیسا کہ بعض محققین نے اس کو بیان کیا ہے۔ اور امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے اپنے ”رسالہ“ میں اس کی طرف اشارہ فرمایا ہے۔ اس کے بعد فرمایا کہ حضرت بایزید بسطامی رحمۃ اللہ علیہ سے ”کرامت“ کے بارے میں سوال کیا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جو کچھ انبیاء علیہم السلام کو حاصل ہوا اس کی مثال ایسی ہے کہ جیسے کوئی شکرذ شہد سے بھرا ہوا ہوا اور اس سے کوئی قطرہ ٹپک پڑے۔ تو قطرہ اس کی مثال ہے جو تمام ادویا کرام کو حاصل ہوا ہے

اور جو شہدِ طرف یعنی شکر سے کے اندر ہے وہ اس کی مثال ہے جو علمے آقا حضور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے ہے۔ (انتہی)

اور مذکورہ کلام میں اس بات کی طرف اشارہ موجود ہے کہ کرامت کا ”معجزات“ کی جنس سے ہونا جائز ہے۔ جیسا کہ دریا کا پھٹ جانا، اور لاشی کا سانپ بن جانا، اور مردوں کا جلنا، لیکن جو لوگ اس کے مخالف ہیں وہ ”کرامت“ کے ”معجزات“ کی جنس ہونے کو منوع قرار دیتے ہیں۔ ان کا خیال ہے کہ ”کرامت“ اور ”معجزہ“ میں امتیاز ہی اس سے ہو سکتا ہے کہ ”کرامت“ کی جنس اور ہر اور ”معجزہ“ کی جنس اور ہو۔ اور برہانِ نقانی نے اپنی کتاب ”عقد المرید“ میں فرمایا کہ ان مذکورہ باتوں کے رد میں حضرت سعد نے امام سے نقل کرتے ہوئے فرمایا کہ یہ سب آپس میں سیدھی اور درست نہیں۔ اور ہمارے نزدیک پسندیدہ طریق یہ ہے کہ تمام خوارقِ عادات کا کرامت کے طور پر ظاہر ہونا بالکل جائز ہے۔ (اور یہاں معجزات سے ان کے امتیاز کا سوال) اور معجزات سے ان کا امتیاز دعویٰ نبوت نہ ہونے کی بنا پر ہوگا، یہاں تک کہ اگر کوئی دلی (معاذ اللہ) نبوت کا دعویٰ کر بیٹھے تو وہ اللہ کا دشمن قرار پائے گا (دلی اور درست نہیں) اور ایسے میں وہ کرامت کا مستحق ہی نہیں ہے گا بلکہ وہ تو لعنت و امانت کے قابل ہو جائے گا۔ (جب کہ کرامت تو اکرام و اعزاز من جانب اللہ ہے) (انتہی)

پھر اس کے بعد اسی کتاب ”عقد المرید“ میں اسی طرح کا کلام امام ”نودی“ سے نقل کیا گیا ہے کہ انہوں نے فرمایا کہ جو لوگ کرامت کے معجزات کی جنس سے ہونے کے مخالف ہیں، وہ غلطی پر ہیں اور جس طرح ہر اور گریا بالکل بدیہی بات کا انکار کر رہے ہیں اور صحیح بات یہ ہے کہ جیسے ”معجزات“ کا ظہور ذواتِ اشیاء اور جوہر وغیرہ کی تبدیلی اور قلب سے ہوا کرتا ہے۔ یونہی کرامت کا ظہور وقوع بھی اسی سے اور اسی منہج و طریق پر ہوتا ہے۔ تو پھر کرامت کا معجزات کی جنس سے ہونا جائز و درست ہونا بالکل واضح اور ظاہر ہے۔ اور امام نعشی کا نظریہ یہی ہے جیسا کہ شارح ”دہبانہ“ نے اس کو اپنی نظم میں یوں پیش کیا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔

(شعر کا ترجمہ) اور کرامات کا تمام خوارق عادات کی شکل میں ظہور و وقوع خواہ وہ ہجرات کی جنس سے کیوں نہ ہوں ادویاء کی بجانب اللہ امداد و اعانت کے طور پر ثابت اور مردی ہے اور یہی نظریہ نام نفسی رحمتہ اللہ علیہ سے منقول ہے۔ سو اس کو خوب سمجھ لو۔

————— شہادت —————

”ایام قیصری“ نے اپنے رسالہ میں فرمایا ہے کہ ”واضح ہو کہ دلی کو نہ تو کرامت کے ظاہر ہونے سے کوئی سکون حاصل ہوتا ہے اور نہ ہی اس کے عدم ظہور سے کوئی تنگدلی لاحق ہوا کرتی ہے۔ البتہ بسا اوقات ادویاء اللہ کو کرامات کے ظہور سے یقین کی ٹنگ اور قوت، اور بصیرت کی زیادتی حاصل ہوا کرتی ہے، کیوں کہ وہ جانتے ہیں کہ یہ حقیقت میں اللہ کا فعل ہے، تو پھر وہ اُس سے اپنے عقائد کی درستگی پر استدلال کرتے ہیں۔ الحاصل، کرامات ادویاء کے ظہور کے جائز و درست ہونے کا قائل ہونا واجب و ضروری ہے، اور پھر اہل ہجرت و مسکنت یہی ہے۔ اور کرامات کے ظہور و وقوع کے بارے میں خبریں اور حکایات واقعات جس کثر سے قواریز کے ساتھ مردی و منقول ہیں۔ اس سبب سے ادویاء اللہ کی کرامات کے فی الجملہ وقوع و ظہور (یعنی اس بات کے ساتھ کہ ادویاء اللہ کی کرامات ہوا کرتی ہیں) کے ساتھ شک و شبہات سے بالاتر، قوی علم حاصل ہو گیا ہے، اور جو لوگ اس طائفہ منصورہ یعنی ادویاء اللہ کی خدمت میں حاضری کا شرف حاصل کرتے رہتے اور ان سے متعلق حکایت واقعات کو قواریز سے پڑھتے، سنتے رہتے ہیں، اُن کو تو مجموعی حیثیت سے کرامات کے وقوع میں کوئی شبہ ہی نہیں اور کرامات ادویاء اللہ کے وقوع و ظہور کے دلائل میں سے ایک تو سلیمان علیہ السلام کے ساتھی اور خادم کے قصہ میں نص قرآن ہے کہ

”اَسْأَلُكَ رَحْمَةً وَخَادِمًا رَاحِلًا سَلِمَانِي“ (اصف بن برخیا) نے کہا تھا کہ ”اَقَاتِيكَ بِهِ قَبْلَ اَنْ يَرْتَدَّ اِلَيْكَ لَحْرَفُكَ“ (ترجمہ) میں تجھ سے یقین کر آپ کی آنکھ جھپکنے سے پہلے ہی لے آؤں گا حالانکہ وہ نبی نہ تھے۔ (بلکہ دلی تھے، سلیمان دلی، تو پھر یہ کرامت ہی کہلاتے گی)

(۲) اور صحیح اثر میں امیر المؤمنین حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے مروی ہے کہ آپ نے مجھ کے خطبہ کے دوران فرمایا تھا ”یا ساریۃ الجبل“ یعنی اے ساریۃ (اسلامی لشکر کے کمانڈر کا نام ہے) پہاڑ کی جانب کا خیال رکھو، اور حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی وہ آواز اُسی وقت حضرت ساریۃ کو پہنچ بھی گئی تھی۔ چنانچہ انہوں نے اُسی وقت دشمن کی پہاڑی کمین گاہوں سے بچاؤ کی حکمت عملی تدبیر بھی اختیار کر لی تھیں۔

(۳) اس کے بعد امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ اولیاء اللہ کی کرامات کے اظہار پر انی شواہد و دلائل میں سے حضرت مریم کے قصہ میں جو کہ نبی اور رسول نہ تھیں، یہ ارشادِ خداوندی ہے، ”کُلَّ حَسْبٍ عَلَیْہَا ذِکْرٌ یَا اَلْمَرْزَابُ وَ یَعِزُّ عِزُّہَا رِزْقًا“ اَلَا یہ جب بھی ذکر یا علیہ السلام مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا کے پاس عبادت خانہ میں جاتے تو اس کے پاس رزق یعنی بے سوچے پہل پاتے۔ تو پھر وہ اس سے استفسار فرمایا کرتے۔ ”اِنِّیْ ثَلَبْتُ خُذًا“ اے مریم بے سوچہ پہل تیرے پاس کہاں سے آتے ہیں؟ تو مریم رضی اللہ تعالیٰ عنہا جواب میں فرمایا کرتیں ”ہُوَ مِنْ عِزِّ اللّٰہِ“ کہ یہ اللہ کے پاس سے آتے ہیں۔ (تو ان بے سوچہ پہلوں کا حضرت مریم کے پاس بغیر کسی ظاہری ذریعہ کے جڑے میں پہنچ جانا ان کی کرامت و خرق عادت ہی کے طور پر تھا) (اور کرامات کے ثبوت کے دلائل میں سے ایک دلیل یہ بھی ہے کہ)

(۴) اللہ تعالیٰ نے حضرت مریم سے فرمایا کہ ”عُرِّیْ اِلَیْکَ بِمَرْزِعٍ اَنْعَمَ تَسْقِطُ حِلْکَ رُطْبًا جَنَیَاہُ (مریم!) اور بلاؤ اپنی طرف کھجور کے تنے کو گرنے لگیں تم پر پکی ہوئی کھجوریں۔“

(۵) حالانکہ وہ پختہ کھجوروں کا موسم و موقع نہ تھا، اور یونہی اصحابِ کہف کا قصہ، اور وہ عجیب و غریب باتیں ہیں جو ان پر ظاہر ہوئی تھیں، مثلاً گئے کا ان کے ساتھ کلام کرنا، وغیرہ۔

(۶) اور اثباتِ کرامات کے دلائل میں سے ذوالقرنین کا قصہ ہے۔ کہ اللہ تعالیٰ نے اُن کو ایسی قدرت بخشی تھی جو کسی دوسرے کو حاصل نہ تھی۔

(۷) اور ان دلائل میں سے دیوار کا ٹکڑا کر دینا اور دوسری عجیب باتیں ہیں جن کو اللہ تعالیٰ نے

حضرت خضر علیہ السلام کے ہاتھ پرٹا ہر فرمایا تھا۔ اور یہ کہ جو باتیں مومنوں علیہ الصلوٰۃ والسلام سے پرشیدہ تھیں، اُن کو خضر علیہ الصلوٰۃ والسلام جانتے تھے، قریب سب امور ناقص عادت ہیں، جو خضر علیہ السلام کی خصوصیات میں سے تھے۔ حالانکہ خضر علیہ السلام بھی نبی نہ تھے بلکہ ولی ہی تھے، اس کے بعد امام قشیری رحمۃ اللہ علیہ نے آثار، اخبار، اور صحابہ و تابعین، ائمہ معتبرین، جیسی برگزیدہ ہستیوں کے عجیب و غریب واقعات اور حکایات نقل فرمائی ہیں، اور اس سلسلے میں بہت طویل کلام فرمایا ہے۔ کہ کرامات اولیاء کا منکر جس کا رد کرنے کی استطاعت نہیں رکھتا، اور اگر ہم یہاں پر ان کے اس تمام کلام کو نقل کریں تو مقصد سے دُور جا پڑیں گے۔

توپاک ہے وہ بادشاہ حقیقی، جو کہ حوادث کے لائق ہے، دُجو حقیقی میں متغزو، اور خرد کرم کے دریا بہانے میں کیا دبے مثل ہے۔ عطا کرتا ہے اپنے فضل سے جو چاہتا ہے، اور محقق فرماتا ہے اپنی رحمت کے ساتھ جس کو چاہتا ہے، ہم بس پاک، بلند بالا ذات سے سوال کرتے ہیں کہ ہمیں اپنے اولیاء اور دوستوں کی محبت پر لائے۔ اور اُن کی شرابِ روحانی سے ہمیں سیراب فرمائے، اور اُن کی ظاہری برکات کو ہم پر لٹائے یعنی ہمیں بھی اُن برکات سے لٹائے، اور اُن کے پاکیزہ نفسوں سے ہمیں نفع پہنچائے۔ اور اُن کے عمدہ جوڑے ہمیں پہنائے اور اللہ تعالیٰ ہمیں دنیا و آخرت میں اُن کے محو ہوں میں سے کرے۔ کہ بلاشبہ وہ بہت کرم کرنے والوں میں انتہائی کرم فرمانے والا ہے اور تمام کرم کرنے والوں میں بہت کرم فرمانے والا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی خصوصی رحمتیں نازل ہوں عمار سے نیند و سردار اور جائے تبحر گاہ، حضرت محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) پر، جو کہ تمام مقربین بارگاہ سے بہترین اور (یہ رحمتیں نازل ہوں) اُن کی آل و اصحاب متبعین، اور اُن کے گروہوں پر اور پھر تو یہی قیامت تک نازل ہوتی رہیں۔

اس مقالہ (رسالہ) کی تحریر روز بدھ، ۸ شوال ۱۳۳۲ھ کو اختتام پذیر ہوئی۔ (علامہ شامی

لغات: ۱، ۲، ۳، عطا کرنا (۴) بخز، ختم ہوئی۔

رحمہ اللہ تعالیٰ کے تلمیذ رشید کہتے ہیں کہ) میرے آقا، مولفِ کتاب رحمہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں کہ مولیٰ تعالیٰ نے اس مقالہ کی اصلاح و درستگی کا اختتام اور اس مجلہ (جلدی میں لکھا ہوا رسالہ) کے مضامین کو اچھی طرح سے ڈھال کر، ان پر سونے کی قلعی کرنے کے کام سے فراغت کو ان وسائل کے ذریعہ جو کہ ان پاکانِ اُمت کے طفیل جو کہ بڑے مقام والے ہیں اس بندہ ضعیف کے دل میں ڈالے گئے ہیں۔ میرے لیے آسان فرمایا۔ اور میں اللہ تعالیٰ سے اُس کے نبی و رسولِ عظیم و شریف (صلی اللہ علیہ وسلم) اور اُن کے متبعین، جو کہ بارگاہِ اقدس کے قُرب اور رسائی والے، کہ جن کی اولاد و خالی نشان اور اُن کے بارِ استعانت و ثابت قدمی والے تھے۔

کی حرمت سے اس رسالہ کی قبولیت کی اُمید رکھتا ہوں۔ تو میں (یہ اشعار) کہہ رہا ہوں۔
جب کہ میرا بھروسہ صرف اللہ ہی پر ہے۔ (اشعار کا ترجمہ)

(۱) خُلائے بزرگ کی بارگاہ میں اقطاب کا وسیلہ پیش کر، اور قریبی مہربان کے فتوحات کے دروازے کھٹکھٹانے کے لیے کھڑا ہو جا۔

(۲) اور اُن گروہِ ابدال کا وسیلہ پیش کر جو کہ شریف و بزرگ اور ہمیشہ سرداری واسطے ہیں، اور اُن اوتاد کا وسیلہ پیش کر جو کہ قوم کے سردار ہیں، اور پھر انجانب کا۔

(۳) یونہی اخبار، اور نقباء کے ساتھ توسل کر کہ اس طرح تو کامیاب ہو جائے گا غیر کے حال کرنے میں خواہ وہ آسمان کے کناروں اور ٹکڑوں والی زمین، یا ٹیلوں پر ہی کیوں نہ ہو۔
تشریح :- مطلب یہ ہے کہ ان حضرات اویار اللہ کی ذواتِ مقدسہ کے ساتھ تو مشکل مشکل کام بھی آسان ہو جاتے گا۔

(۴) یہ حضرات اویار اللہ، لوگوں کے لیے بچاؤ کا سامان ہیں ہر اُس مصیبت سے جو لوگوں پر آئے کہ ان کے ذریعہ بچ جاتے ہیں لوگ ہر کیفیت، جہانی دردوں اور بیماریوں سے۔

لغات :- تہذیب، سونے کی قلعی کرنا، دُعا، کسی چیز کو اچھے طریقے سے ڈھالنا، باب، جمع باب، بفتح، قریبی مہربان، نظر، اطراف، الحاصل، کل، راہی، تیر، حضرت، سامان، اصحاب، جہانی درد اور بیماریاں۔

(۵) یہ (اقتاب وغیرہم اویار اللہ) ایسے لوگ ہیں کہ بلند سے بلند چوٹی تو کیا، بلکہ خود بلندی کی چوٹی پر بھی چڑھ جاتے ہیں، اور ایسے گہرے مقام میں اتر جاتے ہیں جس کی رسی کے ساتھ بھی نہیں ناپا جاسکتا۔

(۶) اور یہ حضرات اللہ تعالیٰ کی رضا پر اپنی خوشی سے خود ہی راضی ہو گئے ہیں، جبکہ دوسرے لوگوں کو اللہ تعالیٰ نے ذیل کر کے، توڑ کر، اور عتاب کے ساتھ پست کر کے ان سے منوایا اور تسلیم کرایا ہے۔

(۷) اپنے سوائے کی چوکھٹ پر ہر وقت حاضر رہ کر، خدمت کے ذریعہ، یعنی عبادت گزار اور یاد دہانی۔ اپنی کے ذریعہ، ان حضرات نے عزت کا وہ مقام حاصل کر لیا ہے جو دوسرے نہیں پاسکتے۔ (۸) سوتوئے مخاطب، ان حضرات کی محبت میں پہاڑ کی چوٹی پر چڑھ جا، یعنی مشکل سے مشکل کام کر ڈنڈا اور ان کی نازک ہدایت اور خطاب کو علی حسابہ پہنچانے کے لیے پوری پوری سعی کر، (۹) اور ہمیشہ ان کے دامن کو تھامنے والا، ان سے پناہ لینے والا بن، اور بہتان بانٹنے والے مجلس و نادان (کہ جو ان کے مرتبے اور مقام سے واقف نہیں) ان کے پاسے میں شک کرنے والے کی باتوں کو چھوڑ دے۔

(۱۰) اور یوں کہہ (اور اپنے اللہ سے ڈھا کر) کہ اے میرے مولا، اے وہ ذات کہ جس کا سارا اختیار ہے۔ اور اسی سے بغیر مانگے میرا ہے۔

(۱۱) (اے میرے اللہ) میں تجھ سے اُس پسندیدہ ہستی کے ذریعہ سوال کرتا ہوں، جو سب کے نزدیک اور جو ہر اُس نبی سے مرتبے میں بلند ہیں جو تیری عبادت کرنے والا، اور تیری طرف بہت رجوع کرنے والا ہے۔

نکات :- (۱) ذرہ، پہاڑ کی چوٹی (۲) اقطاب، بالغ، غیر کی رسیاں (۳) راقی، پہاڑ پر چڑھنے والا (۴) مھوہ، پہاڑ کی چوٹی (۵) خود، نازک بدن، صحیح خودات و خود (۶) ستھکا، دامن تھامنے والا، (۷) لایز، پناہ پکڑنے والا (۸) آفاک، از امتراشی کرنے والا، (۹) مرتاب، شک کرنے والا، (۱۰) تطلاب، مانگنا، (۱۱) ناسک، عبادت اور قربانی کرنے والا، (۱۲) آداب، بہت رجوع کرنے والا۔

(۱۲) جو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) ہیں جن کے بہترین حنا ندان، اُمہ شریف آبار، اور پاک پشتوں سے
مبعوث فرمایا گیا ہے۔

(۱۳) اور سوال کرتا ہوں میں تجھ سے (حضور کی بزرگ ترین آل کے طفیل، جو کہ طاہر و پاک ہیں ہر
ردی کام و صفت سے) (اور سوال کرتا ہوں تجھ سے) حضور کے بلند ترین پیروکاروں، اور
بزرگ ترین اصحاب، کے ذریعہ۔

(۱۴) اور سوال کرتا ہوں میں تجھ سے (حضور کے جدیاتی کے ذریعہ، جو حضور کے بعد تمام
اماموں سے بہتر ہیں، اور یونہی عُرفِ راقی کے ذریعہ جو کہ خطاب کے بیٹے ہیں۔

(۱۵) اور حضرت عثمان کے طفیل جو کہ دُوروں والے (یعنی اُن کے نکاح میں حضور صلی اللہ علیہ وسلم
کی اپنی دو صاحبزادیاں تھیں، کہ وہ بھی حضور کی اولاد، اور پھر بلا واسطہ حضور کی اولاد ہونے
کی وجہ سے خود بھی زُرّہی تھیں) اور اللہ کے ذکر یعنی قرآن پاک کو جمع فرمانے والے، اور
حضرت حیدر (علی مرتضیٰ) کے ذریعہ جو کہ شیر بہت بہادر، اور دُوروں پر سرکوں میں
بہت غالب آنے والے تھے،

(۱۶) (اور تجھ سے سوال کرتا ہوں) حضرت اویس سیرنی کے ذریعہ جو کہ اپنے ہم نماں لوگوں
سے بظاہر پوشیدہ ہی رہے۔ مگر حقیقت ہے کہ وہ فضیلت و بزرگی والے امام ہیں
اس میں کوئی حجاب اور خجستہ نہیں،

(۱۷) سائل میں جہاد کرنے والے ائمہ مجتہدین کے طفیل، اور ان طلبہ کرام کے طفیل جو علم و
فضل میں اُن کے پیرو ہوئے ہیں۔

(۱۸) اور اِس زمانے کی چکی کو گھمانے والے قُطب، یعنی اِس دور کے متصرف و ناظم قُطب
اور اُن کے گروہ کا ذریعہ، جو کہ اِس جہان کے امام، اور اِس عالم پر توّاب رحیم خدا کا علیہ

اُخافت :- ۱۔ اصحاب، جمع مُصلب، پشت (۲) حیدر شیر (۳) مرغا، خُف، (مرغام) شیر، بہادر،
دُوس (۴) قُطب، بہت غلہ پانے والے (۵) سحْقہ، عطیشہ۔

احسان ہیں۔“

(۱۹) اے دُعاؤں کو قبول کرنے والے خُدا، میری فریاد رسی فرما، اور ان اولیاء کے طفیل مجھے میرے غموں، تنگیوں، مشقتوں اور دشواریوں وغیرہ سے نجات دے۔
(۲۰) اور اے اللہ، میرے ضعیف پر رحم فرما، اور میری غزشتوں کو عاف فرما، اور میرے اُس گناہ کو بخش دے جس نے میرے سحابوں (روحانی طیسوں کو) تھکا دیا اور مجھے ہلاک کر دیا ہے۔
(۲۱) اور تو (اے اللہ) میرے بے سفارش قبولِ فساد (مجھے معاف کر دے) جس پر وہ سوائے معافی کے مال، دوست، یا ہم عمر کا تھی، کوئی بھی کام نہیں آئے گا۔

(۲۲) اور مجھے عمر بھر پرہیزگاری کے راستے پر بات فی فہم و کامیاب فرما، اپنی مہربانیوں اور اسی مقصد کے لئے اسباب ہیا کرنے کے ساتھ،

(۲۳) اور میرے اللہ، میں جو تجھ سے بخشش اور معافی کی اُمید رکھتا ہوں، اس میری اُمید کو یقین کا جامہ پہنا، یعنی میری بخشش کو یقینی بنائے، اور اپنی مہربانی سے میرے گناہوں پر عفو و جیل کے کپڑوں کا پردہ ڈال دے،

(۲۴) (بخشش اور معافی صرف میرے ساتھ ہی مخصوص نہ رکھ) بلکہ تو یہی میرے مشائخ و اساتذہ، میرے کسبِ تقویٰ اور والدین، میرے مددگار و انصار، میرے دوست و احبابِ نسب کو بخش دے اور نسب پر مہربانی فرما۔“

(۲۵) اور صلوٰۃ و سلام بھیجا رہے اللہ، مصلیٰ اللہ علیہ وسلم پر جو کہ تمام مخلوق سے بہترین ہستی ہیں جب تک نماز و اہل ہے، یعنی جب تک دنیا قائم ہے اور ان کی وہ عزت و عظمت جو تو نے انہیں بخشی ہے برقرار رکھ۔“

تغاث :- (۱) انصاف، جمع، غضب، مشقت (۲) ذلت، باغی، غزشت (۳) یعنی، عاجز کر دیا، تھکا دیا (۴) اُمسات جمع آبی، صالح، حبیب (۵) اودی، ہلاک کر دیا (۶) شفع، بالکسر، سفارش قبول کرنے والا (۷) خلق، دوست (۸) آراب، جمع ترب، بیچ عمر (۹) یتم، اپنے مقاصد و مطالب پر فتح مند (۱۰) مدی، غایت و نہایت (۱۱) ہنج، راہِ راست (۱۲) انقی، پرہیزگاری (۱۳) بارگاہ، کہا کرتے ہیں بارگاہِ علی الاخیار و آلہم، یعنی اُن کی عزت و عظمت جو تو نے انہیں بخشی ہے، برقرار رکھ۔“

(۲۶) اور (یونہی حضور کی متبع میں صلوٰۃ و سلام بھیجا رہا اور رشتہیں و سلامتی نازل فرماتا رہا) اُن کی آل و اصحاب اور ان گروہوں (لوگوں) پر جنہوں نے اُن کی اقتدا (اتباع) کی ہے،

کہ حضور صلی اللہ علیہ وسلم کے اصحاب، تمام انبیاء کے اصحاب و ساتھیوں سے بہترین اصحاب، اور حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی آل تمام انبیاء کی آل سے اور حضور کی عمت تمام نبیوں کی جماعتوں سے بہترین و افضل واقع ہوتے ہیں۔

اللَّهُمَّ لَكَ الْعَزَّةُ عَلَى جَلَالِكَ وَكِبَرِيَّاتِكَ وَتِلْكَ الشُّكْرُ عَلَى مَا اسْتَبْعَتْ عَلَى مَنْ تَوْفِيقَاتِكَ وَنِعْمَاتِكَ أَسْأَلُكَ فَضْلَكَ وَرِضْوَانَكَ وَأَسْأَلُكَ بِصِفَاتِكَ الْحَمْدَ وَالْحَمْدَ وَالْحَمْدَ الْحُسْنَى أَنْ تُصَلِّيَ وَتُسَلِّمَ وَتُبَارِكَ عَلَى سَيِّدِنَا نَبِيِّكَ وَكَهْفِ نُورِي حَبِيبِكَ وَنَبِيِّكَ وَصَفِيكَ سَيِّدِي وَمَوْلَانِي وَقَرَّةِ عَيْنِي وَنُورِ قَلْبِي وَوَسِيْلَتِي فِي خَضِرَتِكَ مُحَمَّدٍ وَعَلَى آلِهِ وَآحِبَائِهِ وَمَنْ بَعْدَهُمْ وَأَعْبَادِهِ مِنَ الْأَقْطَابِ، وَالْأَعْوَابِ، وَالْبُرُلَاءِ وَالْعُرَفَاءِ وَالْأَخْيَارِ وَالنُّجَبَاءِ وَالْجَبَّارِ، وَسَائِرِ الْأَوْلِيَاءِ وَالْعُلَمَاءِ إِلَى يَوْمِ الدِّينِ .
فَاخْرَاسُوتِ وَالْأَرْضِ أَنْتَ وَبِي فِي الدُّنْيَا وَالْآخِرَةِ تَوْفِي مُسْلِمًا وَالْحَقِّ بِالصَّالِحِينَ . رَبِّ اجْعَلْنِي مُقِيمَ الصَّلَاةِ وَمِنْ ذُرِّيَّتِي رَبَّنَا وَتَقَبَّلْ دُعَاءَ رَبَّنَا اغْفِرْ لِي وَلِوَالِدَيَّ وَلِلْمُؤْمِنِينَ يَوْمَ يَقُومُ الْحِسَابُ

آمین یا رب العالمین، یدجاء لہما ولس

تغاث :- احباب، جمع عقب، زمانہ، اس سال یا اس سے زائد کا عرصہ، یہاں مطلق زمانہ مراد ہے
اعزاب، جمع ہے جزبہ کی، جامعیت، پارٹی۔

marfat.com